سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبل

زمین کی سیر کرو اور دیکھو کہ کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جو پہلے گذر چکے ہیں۔

الحمد للہ کہ

رسالہ

بابل

جس میں

شہر بابل کے نہایت عجیب و غریب مکمل حالات درج ہیں

مؤلفہ

حکیم محمد سردار خاں نشاط امرتسری

باہتمام منشی مولا بخش پرنٹر اتحاد پریس امرتسر کٹرہ جیمل سنگھ میں طبع ہوا

ملنے کا پتہ۔ خالد برادرس امرتسر

قیمت فی جلد ۸ر

قابل دید کتابیں

تاریخ بیت اللہ شریف — خانۂ خدا زادہا اللہ شرفہا کی مفصل و مکمل تاریخ۔ ہر ایک مسلمان کے پڑھنے کے قابل کاغذ بہت عمدہ۔ لکھائی دیدہ زیب اور چھپائی صاف ستھری۔ قیمت ۱۲؍

بابل — ہم مسلمان قرآن شریف میں بیابل ھروت وماروت تو پڑھتے ہیں لیکن کبھی یہ نہیں خیال آیا کہ جس بابل کا ذکر قرآن شریف تک جیسی مقدس کتاب میں آیا ہے وہ بابل کیا تھا۔ اور اس نے اپنے پیچھے دنیا میں کیا کچھ نشانیاں چھوڑی ہیں۔ اس کتاب میں اسی شہر بابل کا بڑی تفصیل سے ذکر ہے۔ کتاب کے اخیر میں "عجائبات بابل" کے عنوان سے ایک ضمیمہ ہے جس سے بابل والوں کی تہذیب، تمدن اور انکی حیرت انگیز صناعی پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ لکھائی اور چھپائی و کاغذ عمدہ۔ قیمت ۸؍

اسلام اور علماء فرنگ — اسلام کے بارے میں محققین علماء یورپ اور امریکہ کی دلچسپ رائیں۔ باوجود انکی عیسائی ہونیکے اسلام نے کیونکر اُن سے خراج تحسین حاصل کر لیا۔ قابل دید ہے۔ قیمت ۸؍

تذکرۃ العباد — اس کتاب میں حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے برگزیدہ غلاموں مثل اسامہ۔ بلال۔ خباب۔ زید۔ سالم۔ سلمان فارسی، عامر، صہیب اور عمار رضی اللہ عنہم کی دلچسپ اور قابل دید سوانحعمریاں درج ہیں۔ ہر ایک بزرگ کی سوانحعمری سے پہلے نہایت ولولہ انگیز نظم اُن کے محاسن میں لکھی گئی ہے۔ شروع کتاب میں ایک دیباچہ لگایا گیا ہے جس میں تمام دنیا کی غلامی پر ایک نظر ڈالکر اس کے مقابلہ میں اسلامی غلامی کا مختصر تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے۔ کہ اسلام نے غلاموں کو کس طرح غلامی سے آزاد کر کے اپنے آقاؤں کے برابر کر دیا۔ لکھائی۔ چھپائی کاغذ سب عمدہ۔ قیمت ۱۰؍ (دوسرا طبع)

ملنے کا پتہ منشی خالد برادرس امرتسر

نذر
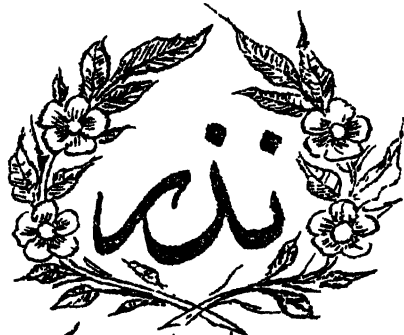
میں اس ناچیز چھوٹی سی کتاب کو اپنے مکرم
دوست عالیجناب ڈاکٹر کرم چند صاحب پاسی
اسسٹنٹ سرجن امرتسر کی خدمت میں پیش
کرکے اُمیدوار ہوں کہ آپ اُس شفقت اور
محبت سے جو آپ کو مجھ سے ہے، اس حقیر
نذرانہ کو قبول فرمائیں گے۔

گر قبول اُفتد زہے عز و شرف

خادم محمد سردار خاں نشاط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بابل

دیباچہ

خداوند علام الغیوب، خالق ارض و سما، ہی خوب جانتا ہے کہ یہ بیرزال دنیا کب سے ہے اور کب تک رہیگی، اس میں کیسی کیسی زبردست سلطنتیں قائم ہو ہو کر فنا ہو چکی ہیں اور کیسی کیسی زبردست سلطنتیں بن بن کر بگڑنے والی ہیں۔ کس قدر اور کتنی تعداد میں نمرود و فرعون جیسے دعویداران خدائی اپنی چند روزہ شوکت دکھا دکھا کر خاک میں مل چکے ہیں اور کتنے ابھی آئندہ ہونے والے ہیں۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ سینکڑوں اور ہزاروں ہی ایسی ایسی زبردست سلطنتیں اس کرۂ ارضی پر بن بن کر مٹ چکی ہیں کہ اپنے اپنے زمانہ میں اُنکا کوئی لگا نہیں کھا سکتا تھا۔ اُنکی شوکت و عظمت۔ جبروت و سطوت کی تمام دنیا میں دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ ساکنانِ عالم بالا اُن کے فرمانرواؤں کی شانِ جلالت کو دیکھ دیکھ کر محو حیرت تھے۔ اور خود اُن سلطنتوں کے فرمانرواؤں کی یہ حالت تھی کہ نشۂ جہانبانی میں اپنے انجام سے بالکل بے خبر محض ناواقف ہو رہے تھے۔ دنیا کے ذرہ ذرہ میں اُنہیں تغیر نظر آتا تھا لیکن نہ دکھائی دیتا تھا تو اپنا تغیر۔ پہلی سلطنتوں اور اُن کے حکمرانوں کی تباہیوں اور بربادیوں کی داستانوں سے تو آشنا تھے لیکن اُنہیں بھول کر بھی یہ خیال نہ آتا تھا کہ کسی دن ہمارا اور ہماری سلطنت کا بھی یہی حال ہونے والا ہے

تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ کا فطری قانون سب پر حاوی ہے اس کی زو سے نہ پہلے بچے اور نہ پچھلے بچیں گے۔ العظمۃ للہ الواحد القہار

* * * * * * * * * * * * * * * * *

تمام دنیا تو الگ رہی۔ زمین کے اس چھوٹے سے ٹکڑے ہی کو لو۔ جو آج کل بنجر اور ویران پڑا نظر آتا ہے اور جسے عراق عرب کہتے ہیں۔ اس زمین شور کے ذرہ ذرہ سے سوال کرو۔ اور پوچھو کہ تم نے آج تک کیا کیا انقلاب دیکھے ہیں۔ اور خود تمہیں کیسے کیسے انقلابات سے گذرنا پڑا ہے تو کیا عجب کہ اس سرزمین کی خاک کے تمام ذرات یک زبان ہو کر بول اٹھیں ع ذرۂ آفتاب تابانیم

اس سرزمین کی مٹی میں نمرود ایسے خدائی کے دعویدار کے ذرے ہیں بخت نصر جیسے پُرغرور بادشاہ، سکندر اعظم جیسے فاتح، سینیجرب ایسے کشور کشا، سلیوکس ایسے زبردست سپہ سالار کے جسم ملے ہوئے ہیں۔ اس مٹی میں اصحاب رسول دفن ہیں۔ خاتون جنت فاطمۃ الزہرا کے لخت جگر اور ان کے ہمراہیوں کے پاک جسم۔ خاندان عباسیہ کے پُرجبروت سروں کے کاسے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی ایسے اولیاء اللہ کے جسد اطہر اور بڑے بڑے محدث و فقہا، خواب مرگ کے مزے لے رہے ہیں۔

دریائے فرات اور دجلہ کے پانیوں سے پوچھو کہ تم نے کیا کچھ دیکھا تو وہ اپنی زبانِ خاموشی سے تمہیں ایسی ایسی داستانیں سنائینگے جن سے تمہارے کان آشنا تک نہیں۔ وہ رولنس[1] کی زبان میں بتائینگے کہ یہاں باغ عدن تھا۔ اسجگہ آدم اور حوا اپنی معصومانہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ اسجگہ ممنوعہ پھل کا درخت تھا۔ جسے کھا کر انہوں نے خالق برحق کی نافرمانی کی۔ اس مقام پر نوح علیہ السلام نے کشتی بنائی اور یہ سرزمین

---

[1] سر ہنری رولنس ایک مشہور آرکیالوجسٹ (ماہر علم الآثار) ہوئے ہیں۔ انہوں نے ۱۸۳۵ء کے قریب جبکہ یہ بغداد میں گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے کونسل تھے بیرمرود کے کتبات کو کھد کر کھلوایا۔ خط میخانی کے پڑھنے اور سمجھنے میں وہ بڑے ماہر تھے۔ رشت ماسکیرو تیم الملتس ان کی مشہور تصنیف ہے۔

غرق طوفان ہوئی۔ ہماری آنکھوں کے سامنے بابل و نینوہ کی بنیاد رکھی گئی۔ ہمارے ہی کناروں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے از سر نو صدائے توحید بلند کی ہمارے سامنے ہی تبکدۂ آزر تھا۔ وہ آتشکدہ بھی ہماری آنکھوں نے دیکھا جس میں نمرود شاہ بابل نے خلیل اللہ کو ڈالدیا تھا۔ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں لاکھوں بادشاہ ایسے گذر گئے جنکے نام بھی تم نہیں جانتے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اہل نینوہ کو دعوت حق دی تھی وہ مچھلی ہمارے ہی پانیوں میں تھی جس نے انہیں اپنے شکم میں امانت رکھا تھا۔ سیلیوشیا۔ مدائن اور بغداد کے عروج و زوال ابھی ابھی آنکھ جھپکنے کی باتیں ہیں۔ بابل و نینوا کی لڑائیاں۔ کیخسرو۔ دارا اور سکندر کی مہمیں بھی ایسا معلوم ہوتی ہیں کہ ابھی ابھی ہماری نظر کے سامنے تھیں۔

اس بنجر اور شور زمین کو نہ دیکھو۔ یہ بڑی زرخیز اور سیرحاصل تھی۔ ایرانیوں۔ رومیوں۔ میڈیا والوں۔ تاتاریوں۔ خالدیوں۔ اسیریا والوں۔ یونانیوں۔ عربوں اور خدا ہی کو معلوم ہے کہ کن کن فرقوں کے خون اس نے پئے ہیں اور کیسے کیسے زبردست شاہوں اور سپہ سالاروں کے جسم اس کے لئے کھاد بنے تب کہیں جاکر یہ ایسی سیرحاصل ہوئی تھی اور اسمیں ایسی ایسی متمدن حکومتیں قائم ہوکر پھلی پھولی تھیں۔

چند صدیوں سے اس زرخیز اہم سرزمین کو انسانی خون کی کمی نے زمین شور کی صورت میں تبدیل کر دیا تھا کہ خدا خدا کر کے پھر انگریزوں۔ ہندوستانیوں عربوں اور ترکوں کا خون اسے ملا ہے جس سے امید کی جاتی ہے کہ اب یہ پھر سرسبز ہوگی۔

* * * * * * * * * * * * * *

یہ سب عبرتناک نظارے انسان کی آنکھوں کے سامنے ہیں لیکن یہ دیکھیں مگر ناعاقبت اندیش اور مغرور انسان اس سے کچھ عبرت حاصل نہیں کرتا۔ یہ دیکھتا ہے کہ میرا بھی وہی حال ہونیوالا ہے جو ان سب کا ہوا ہے۔ رات دن یہ عزیزوں کو سپرد خاک کرتا ہے لیکن خدا معلوم اس کا دل کس پتھر سے بنا ہے جو پسیجتا ہی نہیں۔ اس میں وہی غرور ہے جو اس سے پہلوں کے سروں میں سمایا ہوا تھا۔

اس سے وہی ظلم وجور سرزد ہوتے ہیں جنہوں نے پہلوں کی بربادیوں میں حصہ لیا تھا - آج کی قومیں بھی اسی سنگدلی سے مظلوموں کے خون سے ہاتھ رنگنے میں مشغول ہیں جیسے ان سے پہلے تباہ ہونے والی قومیں مشغول تھیں وہی مظلوموں کی آہیں آج بھی سننے میں آرہی ہیں جنہوں نے پہلی مغرور وسرکش قوموں کی ہستی کو جلانے میں شرر کا کام دیا تھا - آج کی متمدن قومیں بھی اسی غلط اور فریب آموز مگر تباہ کن روش پر قدم زن ہیں جس پر چلکر اقوام سابقہ تباہ ہوئی تھیں، آج بھی اسی طرح مظلوموں کے خون اور استخوان سے ایوان تمدن کی تعمیر کیجا رہی ہے جیسے کہ پہلے ہوتی رہی ہے، آج بھی ہر متمدن و ترقی یافتہ قوم کے دل میں وہی خیالات موجزن ہیں جو پہلی قوموں کے دلوں میں تھے، آج بھی تمام دنیا کی دولت سمیٹ کر اپنے ملک میں لیجانے کی وہی ہوس ہے جو اقوام ماضیہ میں تھی، آج بھی اپنے دارالحکومتوں کو ویسے ہی بلکہ اُن سے بھی بڑھ چڑھ کر اور عظیم الشان شہروں کی شکل میں ڈھالنے اور خزانوں کو زروجواہر سے معمور کرنے کی کوششیں کیجا رہی ہیں جو پہلوں نے کی تھیں اور وہ آخر انہیں کے ہم قسمت ہوکر رہیں گے، کیونکہ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ کا فطری اصول سب پہ یکساں جاری ہے وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

* * * * * * * * * * * *

لیکن اسکو کیا کیا جائے کہ اس خالق ومالک نے کائنات کی فطرت ہی ایسی پیدا کی ہے کہ اسمیں روز ازل ہی سے کشمکش جاری ہے اور ابد تک جاری رہیگی اس بزم ناپائیدار کا ذرہ ذرہ محو جدوجہد ہے ایک کی زندگی کا مدار دوسرے کے فنا پر ہے - اور اسی میں قوموں کے بننے بگڑنے کا راز پنہاں ہے جو قومیں اس جنگ وجدل میں مغلوب ہوئیں وہ فنا ہو گئیں - جو جو ہنر و دریافت آج تمدن کا جزو ہیں وہی پہلی قوموں میں بھی تھیں، یہی تجارت تھی، یہی تلاش سامان عیش و عشرت، یہی شوق زرکشی، یہی بے انصافیاں اور یہی ناپاک ترقی و برتری،

* * * * * * * * * * * *

مگر سب سے نمایاں خصوصیت جو ہر ایک متمدن و مہذب قوم میں پائی جاتی رہی ہے اور جو اُس کے تمدن و تہذیب کی یادگار کا کام دیتی ہے وہ بڑے بڑے شہروں کا آباد کرنا اور رفیع الشان عمارتوں کا تعمیر کرنا ہے۔ چین کی قدیم تہذیب کی یادگار اُسکی مشہور دیوار اور کبلائی خاں کا آباد کردہ شہر تائیدو ہے۔ ہندوستان قدیم کے مندر۔ الورا کی غاریں عظیم الشان شہروں کے کھنڈر۔ مسلم ہندوستان کی مسجدیں۔ مینار۔ مقبرے اور دیگر عمارتیں۔ اور شہر جو کسی زمانہ میں اپنے آپ نظیر تھے اُنکی تہذیب کے نقش قدم کہے جا سکتے ہیں۔ ایرانی تمدن اپنے پیچھے اصطخر اور مدائن کے کھنڈرات چھوڑ گیا۔ خالدیہ والوں کے تمدن کی یادگار شہر بابل اور اُسکی متحیر العقول عمارتوں کے کھنڈر ہی ہیں۔ قدیم یونانیوں کی ترقی سیلوشیا، قسطنطنیہ اور اُسکے گرجو اور ایتھنز کو دیکھنے سے ظاہر ہوتی ہے۔ سلطنت روما کے تمدن کی یاد روم اور پامپی کے کھنڈروں سے تازہ ہوتی ہے۔ قدیم مصر کی ترقیوں کا حال شہر ممفس کے کھنڈر اہرام مصر اور ابوالہول سے معلوم ہو سکتا ہے اسیریا والوں کی یادگار نینوہ کے کھنڈر ہیں فینقی قوموں کی یادگار بعلبک بھی جا سکتی ہے۔ اسرائیلی تمدن کی یادگار، بیت المقدس اور اُس کی ہیکل بیان کی جا سکتی ہے۔ مسلم عرب کی ترقیوں کی یادگاریں دمشق، بغداد، قرطبہ، قاہرہ وغیرہ اور اُنکی لاثانی مساجد و محل ہی باقی نظر آتے ہیں۔ جو گذشتہ تہذیب و تمدنوں کا مٹا مٹا سا ناکہ پیش کر کے بزبان حال موجودہ اور آئندہ تہذیب و تمدن کو اُن کے انجام کی یاد دلا رہے ہیں ؎

دیکھو ہمیں جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو + باتیں سنو جو گوش نصیحت نیوش ہو

* * * * * * * * * * * * *

؎ ابوالہول قدیم مصریوں کی دیوی اسفنکس کا مجسمہ خیال کیا جاتا ہے جسکا سر اور سینہ تو آدمی کا سا اور باقی دھڑ شیر کا تھا۔ اس مجسمہ کا قد ساٹھ ستر گز کے قریب ہی اور باوجود اس غیر معمولی درازی کے اعضا ایسے متناسب ہیں کہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے مشہور مورخ عبد اللطیف بغدادی سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپنے دنیا میں عجیب ترین چیز کیا دیکھی اُسنے جواب دیا کہ ابوالہول کے اعضا کا تناسب کیونکہ دنیا میں جس چیز کا نمونہ موجود نہیں اُسمیں ایسا تناسب قائم رکھنا انسان کا کام نہیں۔

یہ سب درست و بجا لیکن علمی دنیا میں جو شہرت بابل اور اُس کے کھنڈروں کو ہے وہ کسی دوسری قدیم شہر اور اُس کی باقیات کو نہیں۔ جسقدر حیرت کسی کو اُسے اُس زمانہ میں دیکھکر ہو سکتی تھی جبکہ وہ اپنے انتہائی عروج پر تھا اُسی قدر حیرت اور عبرت آج اُسکے کھنڈروں کو دیکھکر بھی ہو سکتی ہے۔ وہ اپنی تمام و کمال تباہی کے لحاظ سے بھی ایسا ہی عجیب حسرت افزا ہے جیسا کہ اپنے جاہ و جلال کے زمانہ میں اعلےٰ درجہ کا عظمت انتما تھا۔

مشہور امریکن پروفیسر روجرز اسکے کھنڈروں کو دیکھکر کہہ اٹھا تھا۔

"یروشلم کی دنیاوی پُرجوش زندگی کتنی ہی پُرعظمت کیوں نہ ہو۔ روم ضبط قانون کے لیے کتنی ہی اعزاز کا مستحق کیوں نہ ہو اور اثانی ایتھنز اپنی خوبصورتی کے سبب اس سب پر کتنا ہی فوق کیوں نہ لے جائے لیکن قوت متخیلہ کے روشن کرنے میں بابل کے سامنے سب ہیچ ہیں"

اس لئے قدیم و برباد شدہ شہروں کے حالات کے سلسلہ میں سب سے پہلے ہماری نگاہ بابل ہی پر پڑتی ہے اور بڑی دماغ سوزی اور بہت سی کتابوں کے مطالعہ کے بعد ہم اس چھوٹی سی کتاب کو مرتب کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ جو آپکی نذر کی جاتی ہے ع گر قبول افتد زہے عز و شرف

امید کہ اہل علم احباب اسکی لغزشوں کو نظرانداز فرمائیںگے۔

اگر زندگی نے وفا کی اور خدا کی مہربانیوں سے زمانہ سازگار رہا تو اس سلسلے میں اسی قسم کے دیگر شہروں کے حالات بھی نذر کئے جائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

تمہید

"ترجمان سلم کا قول ہے کہ ہر کسی بڑی قوم کی سابقہ عظمت کے نشانات میں سے
اور کسی بات پر ذہن انسانی اس قدر غور سے متوجہ نہیں ہوتا جیسے اُسکے قدیم
ایوانات کے شاندار کھنڈروں پر۔ اور جب ہمیں یہ بتایا جاتا ہے کہ ایک ایسی عمارت
جس کی تعمیر پر ساری قوم کی دولت صرف ہوئی تھی جس میں وہ سب آرائشیں کی گئی تھیں
جنہیں دنیا بھر کے فنون مہیا کر سکتے ہیں اور جس کی تاریخ ضائع نہ ہونیوالی چٹانوں
پر جہاں اُسے تعمیر کیا گیا تھا کندہ ہے۔ نہ صرف مسمار ہو چکی ہے بلکہ اُس کا بانی
بھی نامعلوم ہے اور جس زبان میں اُسکی تاریخ لکھی گئی تھی وہ اب دنیا کی زبانوں
میں شمار نہیں ہوتی تو کیسے پُر اثر طریقہ پر ہماری اپنی حالت ہماری نظروں میں
پھر جاتی ہے"

بابل کی موجودہ حالت اس قول کے عین مطابق واقع ہوئی ہے۔

کسقدر قدیم اور ایسے قدیم زمانہ میں کہ جس کی صحیح تاریخ معلوم نہیں دریائے
فرات کے کنارے اس کی بنیاد ڈالی گئی تھی یہانتک کہ اس کے بانی کا نام بھی
اس قدامت میں گم ہو گیا اور آج ہم اس شخص کے نام تک سے بھی بے علم ہیں جو اس
زبردست ترین شہر کا بانی مبانی ہوا۔

بڑھتے بڑھتے اس شہر کی عظمت و شوکت اور تمدن و تہذیب کی شہرت تمام
دنیا میں پھیل گئی۔ اور آج بھی جبکہ اس کا نام و نشان تک صفحۂ دنیا سے
مٹ چکا ہے اسکے حیرت انگیز فسانے زبان زد خلائق ہیں۔

بابل کے عروج کا زمانہ وہ زمانہ تھا جبکہ مصر کے سوا تمام دنیا جہالت کی
گہرائیوں میں پڑی سوتی تھی اور اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ علمبردارانِ

تہذیب و تمدن میں اسکا رتبہ بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔

بابل کیا بلحاظ مذہب اور کیا بلحاظ قدامت و ترقی سائنس (علوم) تمام دنیا کی توجہ اور دلچسپی کا مرکز بنا ہوا ہے۔ قرآن شریف کی آیت شریف

"بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ"

میں اسی کیطرف اشارہ ہے۔ صابئین آج تک اسی کی مذہبی یادگاروں کو اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں۔

توریت کے صحائف - یسعیا - یرمیا - سلاطین - تواریخ اور حزقیل اس کے فسانوں سے لبریز ہیں۔ بخت نصر اسی بابل کا فرمانروا تھا جس نے یہودیوں کو شکست دیکر یروشلم کی ہیکل کو تباہ و برباد کیا۔

ملکہ سمی رامس جس نے فارس - مصر اور حبشہ کو فتح کر کے ہندوستان پر چڑھائی کی تھی وہ اسی بابل کی فرمانروا تھی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ علم الاصنام - علم ہیئت - جغرافیہ اور حروف اہل بابل کی ایجاد ہیں۔ ان علوم میں انہوں نے خاص ترقی کر لی تھی نیچرل ہسٹری کے وہ شائق تھے دھوپ گھڑی کی ایجاد کا سہرا بھی بابل والوں کے سر ہے۔

اگرچہ جنتر منتر پر بھی عوام کا اعتقاد تھا لیکن ساتھ ہی علم طب بھی اُن میں بہت کچھ رائج تھا طالب علموں کے لئے درسگاہیں جاری تھیں۔ کتبخانے اور لائبریریاں عام طور پر تھے۔ قدیم زبانیں سیکھنے اور علم الآثار کا عام شوق تھا۔

تجارت کی ترقی پر اہل بابل رات دن کوشاں رہتے تھے۔ اُن کی لڑائیاں بھی آجکل کیطرح اکثر تجارتی رکاوٹوں کے دور کرنے کیلئے ہوتی تھیں۔ لین دین اکثر ساہوکارہ کوٹھیوں کے ذریعہ ہوتا تھا محصول کے لئے چونگی خانے قائم تھے۔ معماروں کو ٹھیکہ پر کام دیا جاتا تھا۔ بھٹوں پر ٹیکس لگایا جاتا تھا خشت سازی کے لئے گورنمنٹ سے اجازت لینی پڑتی تھی۔ آبپاشی کے لئے نہریں کھودتے تھے چنانچہ بخت نصر نے جو نہر کھدوائی تھی وہ پانچسو میل لمبی تھی۔

اہل بابل کو علم ہیئت و نجوم کا بہت شوق تھا انہوں نے عالموں کا ایک گروہ صرف اسی کام کیلئے مقرر کر رکھا تھا کہ وہ سورج گرہن۔ چاند گرہن۔ ستاروں اور سیاروں کی گردش وغیرہ کے متعلق اپنی تحقیقات سے ان علوم کو ترقی دیں۔

زمانہ حال کے کارناموں میں سب سے عظیم الشان کارنامہ وہ سرنگ[1] ہے جو دریائے ٹیمس کے نیچے سے نکالی گئی ہے لیکن بابل میں آج سے ہزاروں سال پہلے اسی قسم کی حیرت انگیز سرنگ دریائے فرات کے نیچے کھود کر نکالی جا چکی تھی جسکے ذریعہ دریائے فرات کے نیچے سے آمد و رفت ہوتی تھی۔

غرضیکہ یہ ہے اُس بابل کی ترقیوں کا مختصر سا حال جسکو اعراب قدیم نے اپنی کوششوں سے اس درجہ پر پہنچایا اور جو آج دنیا میں آباد نہیں ہے لیکن اُس کے عظیم الشان کھنڈر اب بھی انسانی عقل کو حیرت میں ڈالے ہوئے ہیں اور ہم اُسکا ایک مٹا مٹا سا خاکہ آپکے سامنے پیش کرتے ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ

خاکسار محمد سردار خاں نشاط

---

[1] انیسویں صدی کے عجائبات میں سب سے عجیب وہ سرنگ ہے جو دریائے ٹیمس کے نیچے نکالی گئی ہے۔ سب سے پہلے ۱۷۹۸ء میں اس سرنگ کے بنانے کا خیال ایک دوکاندار کے دل میں پیدا ہوا تھا۔ جسکے مشورے سے ایک انجنیئر مسمی سٹیلے نے تجربتہً اس کام کو شروع کیا لیکن اُسکو کامیابی نہ ہوئی اس کے بعد مختلف اشخاص نے مختلف اوقات میں اسکو بنانے کی کوشش کی لیکن پھر بھی کچھ کامیابی نہ ہوئی کیونکہ جس جگہ سے سرنگ کھودی جاتی تھی اوپر سے ریت گر کر کام کو روک دیتی تھی۔

آخر ۱۸۲۵ء میں پارلیمنٹ نے اس عظیم الشان کام کے لئے ایک کثیر رقم منظور کی اور ایک نامی گرامی انجنیر برونل کو اس کی تکمیل کے لئے مقرر کیا۔

برونل نے لوہے کے بڑے بڑے ٹل تیار کرا کے ان کے اندر کام شروع کرایا۔ نیز اس امر کا انتظام کرایا کہ جہاں نیچے سرنگ کھودی جا رہی ہو وہاں پانی میں ہزاروں من ریت اوپر سے پھینکی جائے تاکہ وہ دریا کی تہ میں بیٹھکر پانی کو اسکا فرش توڑنے سے روکے۔

(ملاحظہ ہو بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

بابل کا بانی

شہر بابل جو زمانہ قدیم میں عروس البلاد کہلاتا تھا اور اپنی حیرت انگیز شان و شوکت اور عظمت و جبروت کے باعث آج تک دنیا کے عجائبات میں شمار ہوتا ہے اسکی بنیاد اس قدر قدیم زمانہ میں رکھی گئی تھی کہ اس کی بانی کا نام اور بنیاد کی تاریخ دونو زمانہ کی قدامت کی ظلمت میں غائب ہیں۔

مورخین قدیم میں سے ہردوطوس[1] ہی ایک ایسا مورخ ہے جس کی تحریر پر ہم اعتماد کر سکتے ہیں کیونکہ اُس نے بابل کی اُس زمانہ میں بذات خاص سیر کی ہے جبکہ وہ ابھی تک مکمل تباہی سے محفوظ تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰) اس طرح یہ کام نہایت احتیاط و خوبی سے ہو رہا تھا کہ عین دسا میں پہنچکر یک لخت بہت سی ریت گری اور کئی معمار دب کر مر گئے۔ لیکن برونل بڑی دل گردہ کا آدمی تھا۔ اس حادثہ سے اُس کے استقلال میں ذرا بھی فرق نہ آیا۔ وہ برابر اپنے کام میں مصروف رہا۔ اور سخت جانکاہیوں کے بعد ۱۸۴۳ء میں وہ سرنگ مکمل کرنے میں کامیاب ہُوا۔ سچ ہے ؏ ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا؟

اس سرنگ کی تیاری میں اخراجات بھی حیرت انگیز ہوئے یعنی ایک لاکھ اسی ہزار روپے فی گز۔ آجکل اس سرنگ میں ایسٹ لنڈن ریلوے کی گاڑیاں چلتی ہیں۔ علاوہ بریں دیا میں شام آجکل آبنائے ڈایال اور ڈوور کے نیچے بھی سرنگیں تیار کرنے کی تجاویز در پیش ہیں۔ اگر یہ سرنگیں بن گئیں تو یہ عقل انسانی کے ایسے حیرت انگیز کارنامے ہونگے جن کے سامنے دریائے ٹیمس کی سرنگ بالکل ہیچ ہے۔

[1] ہردوطوس مشہور یونانی سیاح اور مورخ گذرا ہے۔ اُس نے مصر، فلسطین، اور بابل کا سفر کر کے اپنی تاریخ جزیرہ سیاموس میں لکھی۔ قریباً ۴۸۴ یا ۴۸۲ قبل مسیح میں پیدا ہُوا۔ اور ۴۲۵ قبل مسیح میں وفات پائی۔

کس قدر تعجب[۱] کی بات ہے کہ اس مشہور مورخ نے بھی اس کی بنیاد رکھے جانے کی تاریخ اور اس کے بانی کی نسبت ایک لفظ تک نہیں لکھا۔ اور لکھا بھی تو صرف اتنا کہ نینوہ[۲] کی بربادی کے بعد یہ سلطنت اسیریا کا دارالخلافہ بنگیا۔

توریت میں لکھا ہے کہ طوفانِ نوح کے بعد لوگوں نے اس خوف سے کہ کہیں پھر ایسا ہی طوفان نہ آجائے آپس میں صلاح کرکے کہا کہ "آؤ ہم[۳] ایک ایسا شہر اور مینا تعمیر کریں جسکی چوٹی آسمان سے جا ملے"

جوسیفس[۴] بڑے وثوق سے لکھتا ہے کہ اسکا بانی حام کا پوتا نمرود تھا اور کہتا ہے کہ آج تک اس سرزمین کے باشندے ہر ایک بڑے کام کو اسی طرح نمرود کی طرف نسبت کر دیتے ہیں جس طرح کہ کسی عظیم الشان مصری کام کو اہل مصر فرعون سے منسوب کرنے کے عادی ہیں۔

بعض قدیم کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ طوفانِ نوحؑ کے بعد اس شہر کی بنیاد نمرود نے ڈالی تھی جو قوم کا مغل تھا اور اس کا نام بلوس تھا۔

بعض مورخ نمرود کا زمانہ ۲۲۳۵ء قبل مسیح بیان کرتے ہیں لیکن جب ہم اُن کتبوں کو دیکھتے ہیں جن میں نمرود اور حضرت نوحؑ کی ملاقات کا ذکر ملتا ہے اور اس کے ساتھ ہی امریکن متجسسین کی وہ تحریریں نظر سے گذرتی ہیں جنمیں وہ اسی خطہ کے ایک شہر نفر[۵] کے کھنڈرات کی عمر کا اندازہ آٹھ ہزار سال قبل مسیح لگاتے ہیں تو بانی بابل یعنی نمرود کے زمانہ کا اندازہ ۲۲۳۵ء برس قبل مسیح لگانا بالکل غلط معلوم ہوتا ہے۔ نیز متجسسین کو ایک

---

[۱] جغرافیائی ملکی اور تاریخی ڈکشنری مرتبہ جے آر مکلا جلد ۱ صفحہ ۳۴۶۔

[۲] سلطنت اسیریا کا قدیم دارالسلطنت تھا اس کی بنا تقریباً ۲۱۸۲ء قبل مسیح میں پڑی۔ یہ شہر دریائے دجلہ کے مشرقی ساحل پر واقع تھا۔ اسوقت اسکو مقابل دریا کے دوسرے کنارہ پر موصل کا شہر آباد ہے حضرت یونسؑ اسی جگہ مبعوث ہوئے تھے۔ [۳] کتاب پیدائش باب ۱۱۔ آیت ۴۔

[۴] جوسیفس ایک مشہور یہودی مورخ گذرا ہے سنہ ۳۷ء میں مقام یروشلم پیدا ہوا سنہ ۷۰ء کی یروشلم کی جنگ میں بھی کیونکہ یہ سپاہی تھا شریک تھا۔ روم پہنچکر اسنے یہودیوں کی تاریخ اور قدیم تحریکیں [illegible]

لوح ایسی ملی ہے جو سنہ [illegible] قبل مسیح کی ہے اور اس میں شہر بابل کا ذکر موجود ہے۔ ہاں یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے کہ سنہ ۲۲۰۰ قبل مسیح اس کی وسعت اور آبادی بہت اتنی ترقی ہو چکی تھی کہ سلطنت خالدیہ یا بابل کے مشہور شہروں میں اسکا شمار ہوتا تھا اور بقول مرتب یوری مینز انسائی کلوپیڈیا یہ سلطنت بابل کا دارالحکومت[1] بنا تھا لیکن جامع العلوم برطانیہ کے مضمون نگار کا بیان ہے کہ شاہ خمورغس نے جو عربی النسل تھا اُور کی بجائے بابل کو اپنا دارالسلطنت مقرر کیا۔

* * * * * * * * * * *

نمرود کون تھا؟

توریت میں لکھا ہے کہ:۔

"کوش سے نمرود پیدا ہوا۔ وہ زمین پر جبار ہونے لگا۔ خدا کے سامنے وہ صیاد جبار تھا۔ اور اُس کی بادشاہت کی بنیاد بابل، ارک، اکاد اور کلنہ سعار کی زمین میں تھی"

لیکن بقول مصنف "تاریخ قدیم" شہر بابل کے کھنڈروں سے جو بیشمار کتبے اور نمرود کی تصویر برآمد ہوئے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ نمرود قوم منگول سے تھا۔

نمرود کا پہلا مسکن شہر سوزا یا ایلام تھا جو ملک سوزانیہ کا دارالحکومت تھا۔ یہ ملک ایران کے شمال و مغرب اور کوہ قاف کے جنوب مشرق میں واقع تھا۔ نمرود نے وہاں سے آکر دریائے فرات کے ارد گرد کی اقوام کو ماتحت کیا اور شہر بابل کی بنیاد ڈالی اور ایک وسیع سلطنت قائم کی جو کش کے نام سے مشہور تھی۔

مشہور مورخ بیروسس[2] نمرود کی سلطنت کے اُس حصہ کو جو روم میں واقع تھا

---

[1] یوری میز انسائیکلوپیڈیا جلد ۱ صفحہ ۶۱۷۔ [2] بیروسس بابل میں بیلوس کا پجاری اور قوم خالدین کا پروہت تھا۔ اس نے تین سو برس قبل مسیح تاریخ بابل قدیم کا ترجمہ یونانی میں کیا تھا۔ اگرچہ یہ اصل کتاب گم ہوگئی لیکن یوسیفس وغیرہ مورخان قدیم نے اپنی تصانیف میں اس کے اقتباسات نقل کئے ہیں (جامع العلوم بیلسن جلد ۳ صفحہ ۳۵۸) اُس نے اس کتاب کو سیریا کے یونانی بادشاہ انٹاکیاس کے نام معنون کیا تھا مفصل کے لئے دیکھو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۳ صفحہ ۶۰۷ - ۸

خالدی کے نام سے موسوم کرتا ہے اور وہاں کے باشندوں کو خالدین کہتا ہے۔
کچھ جو ہندوستان میں جزیرہ نمائے گجرات کے ساحل پر واقع ہے لفظ کش سے بگڑ کر بنا ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلوس یعنی نمرود کی سلطنت ایشیائی کوچک سے لیکر سندھ اور کاٹھیاواڑ تک پھیلی ہوئی تھی۔
نمرود کا اصلی نام بیلوس تھا۔ اور قوم بلوچ کا نام قوم بیلوس تھا۔ ملک بلوچستان کو نمرود کے زمانہ میں صرف بیلوس کہتے تھے جو بعدازاں بگڑ کر بلوچ بن گیا۔ اور اہل فارس نے اپنے زمانہ حکومت میں اسکا نام بلوچستان یعنی "قوم بلوچ کا گھر" رکھدیا۔[1]
لیکن خاکسار مرتب تاریخ قدیم کے اس بیان سے متفق نہیں کیونکہ جدید تحقیقات اور علم الآثار اسکی تصدیق نہیں کرتے بلکہ وہ اس بیان کے سراسر خلاف ہیں اور توریت کے بیان کی تصدیق کرتے ہیں۔

* * * * * * * * * * *

نام اور اسکی وجہ تسمیہ

بابل کے مختلف زبانوں میں مختلف نام تھے۔ اصل نام بابل یا بابیلم بخت نصر اعظم کا رکھا ہوا ہے جو اغاوی زبان کے الفاظ "کاڈنگراکی" کا ترجمہ ہے اور جس کے معنے ہیں " باب الحق "[2]
بابل کے مختلف نام یہ ہیں۔
(۱) کاون گدا = باب الحق (۲) تنترکی = چوب حیات (۳) آشی کی[3] = مکان یا غار یا محل۔ (۴) باب اللانی = باب اِلہ (۵) باب الی = باب اِلہ (۶) باب بیل = بیل[4] دیوتا کا دروازہ یا باب (۷) کاراً = باب اِلہ یا خدا کا پھاٹک۔

---

[1] تاریخ قدیم صفحہ ۱۹ [2] انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا جلد ۳ صفحہ ۱۸۲ [3] جامع العلوم سلیس جلد ثانی صفحہ ۱
[4] بیل اہل بابل کا دیوتا اور ان کے خدا کے بزرگ ال کا بیٹا تھا۔ اہل بابل بھی عیسائیوں کی طرح تثلیث کے قائل تھے۔ وہ اپنے خدا ال کے دو بیٹے بھی بتاتے تھے جنکا نام بیل اور آنا رکھا ہوا تھا۔

(۸) بابل = باب اِلّہ (۹) باب الو = باب اللہ (۱۰) بیت بیل = رہائش گاہ بیل[1]
(۱۱) کاڈیمیرا[2] = دیوتا کا دروازہ (۱۲) سوآنہ = آلو کی وادی (۱۳) ڈن تر = جنگل کا مکان
(۱۴) گن دنی[3] = ونیاز کا قلعہ۔

کارا بابل کا سب سے قدیم نام ہے اور خالدی زبان کے لفظ کا بمعنے خدا اور را بمعنے دروازہ کا مرکب ہے باقی سب نام قریباً قریباً اسی کا مختلف زبانوں میں ترجمہ ہیں۔ بابل سمیتی یا عبرانی زبان کا لفظ ہے جو باب بمعنی دروازہ اور اَل بمعنی خدا مرکب ہے باب آلو حامی زبان کا لفظ ہے۔ کاڈیمیرا تورانی زبان کا لفظ ہے اور ان تورانیوں کی یادگار ہے جو سامی قوموں سے پہلے ہوئے ہیں۔

توریت کی کتاب پیدائش میں بابل کی وجہ تسمیہ اس طرح بیان کی گئی ہے کہ:-

"وہ تمام زمین پر ایک ہی زبان اور ایک ہی بولی تھی اور جب وے (بنی سام) پورب سے روانہ ہوئے تو اُنھوں نے سنعار کے ملک میں ایک میدان پایا اور وہاں رہنے لگے اور آپس میں کہا آؤ ہم اینٹ بناویں اور آگ میں پکاویں سو اُنکو پتھر کی جگہ اینٹ اور گچ کی جگہ گارا تھا اور اُنھوں نے کہا کہ آؤ ہم اپنے واسطے ایک شہر بناویں اور ایک بُرج جسکی چوٹی آسمان تک پہنچے اور یہاں اپنا نام کریں ایسا نہ ہو کہ تمام رُوئے زمین پر پریشان ہو جاویں اور خداوند اُس شہر اور بُرج کو جسے بنی آدم بناتے تھے دیکھنے اُترا اور خداوند نے کہا دیکھو لوگ ایک ہی ہیں اور ان سب کی ایک ہی بولی ہے اب وے یہ کرنے لگے سو وے جس کام کا ارادہ رکھیں گے اُس سے نہ رُک سکیں گے آؤ ہم اُتریں اور اُنکی بولی میں اختلاف ڈالیں تاکہ وے ایک دوسرے کی بات نہ سمجھ سکیں تب خداوند نے اُنکو وہاں سے تمام روئے زمین پر پراگندہ کیا سو وے اُس شہر کے بنانے سے باز رہے اس لئے اسکا نام بابل ہوا کیونکہ خداوند نے وہاں ساری زمین کی زبان میں اختلاف ڈالا" (پیدائش - باب ۱۱ - آیات ۱-۹)

---

[1] امپیریل ڈکشنری جلد ۱ صفحہ ۱۹۷ [2] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۳ صفحہ ۱۸۲ -

[3] سر ایچ رولنسن کا خیال ہے کہ بائبل میں جو باغ عدن کا ذکر آتا ہے وہ اسی نام کی عبرانی شکل ہے۔

وہ ملک جس کا دار السلطنت بابل تھا

جس زمانہ میں نمرود نے شہر بابل کو آباد کرکے ایک وسیع سلطنت کی بنیاد ڈالی تو اس کا نام سلطنت کش مشہور ہوگیا۔ اس کی حدود مشرق میں سندھ اور کاٹھیاواڑ تک اور مغرب میں بحیرہ روم اور مصر تک پھیلی ہوئی تھیں لیکن مختلف زمانوں میں سلطنت کے حدود میں بھی تغیر و تبدل ہوتا رہا یہانتک کہ ایک زمانہ میں اسکی وسعت صرف عراق عرب تک محدود ہوگئی اور اسکو ملک خالدیہ کے نام سے موسوم کردیا گیا۔

ایوری مینز انسائیکلوپیڈیا کا مؤلف اصل سلطنت بابل کے حدود اربعہ اس طرح بیان کرتا ہے:۔

"یہ سلطنت بابل اس میدان میں واقع تھی جو دریائے دجلہ اور فرات سے سیراب ہوتا ہے اس قطعہ زمین کو آجکل عراق عرب کہتے ہیں۔ زمانہ قدیم میں اس سرزمین کا نام شنار بابل اور خالدیہ تھا۔ شاہان بابل کی مختلف قسمتوں نے اسکے حدود کی تعیین کے کام کو سخت مشکل کردیا ہے۔ شمالی سرحد بابل اور اسیریا کے بادشاہوں کے معاہدہ سے مقرر ہوگئی تھی۔ جو نہریم سے قلعوں کی ایک قطار سے ممتاز کردیگئی تھی۔ دریائے دجلہ اسکی قدرتی مشرقی سرحد تھی۔ اگرچہ بعض اوقات اس کے پار کے اضلاع لمری اور کردستان بھی اس سلطنت میں شامل رہے ہیں۔ دریائے فرات کے سامنے کا صحرا اسکی مغربی سرحد تھا۔ اور خلیج فارس اس کی جنوبی سرحد کو محدود کرتی تھی" (جلد ۱ صفحہ ۶۱)

اس کے بعد کئی دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ شاہان اسیریا نے جن کا دار الحکومت شہر نینوا تھا اس کو تہ و بالا کرکے اس پر قبضہ کرلیا۔ لیکن ہمسایہ سلطنتوں کی کاوشوں سے فائدہ اُٹھاکر ہر دفعہ اہل بابل آزاد ہوجاتے رہے۔

یہ کشمکش صدیوں تک جاری رہی اسیریا کے بادشاہ تگلتی نی تیب۔ اسورنامان سمس رمن اور رمن نراری (۸۴۳-۸۲ قبل مسیح) وغیرہ نے اپنے اپنے عہد حکومت میں

ماربا راس کو فتح کر کے اپنا مطیع و منقاد کیا - تغلات اور سینحیرب نے شہر بابل کو تاخت و تاراج کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی - لیکن اہل بابل نے ہمت نہ ہاری اور ہر دفعہ طاقت پکڑ کر غیروں کا جوا اپنے کندھوں سے اتار پھینکا -

۶۴۸ء قبل مسیح میں شاہ بابل نے شاہ عیلام کے ساتھ ملکر سلطنت اسیریا پر چڑھائی کر دی مگر شاہ اسیریا اسر بنی پال نے دونوں کو شکست دیکر بابل کو فتح کر لیا -

چند سال خاموش رہنے کے بعد ۶۲۶ء قبل مسیح میں اہل بابل نے پھر بغاوت کا جھنڈا بلند کیا - شاہ اسیریا نے اپنے مشہور سپہ سالار نابوپال اسر کو بغاوت کے فرو کرنے کے لئے بھیجا - اس نے ایسی خوش اسلوبی سے بغاوت کو فرو کر کے امن قائم کر دیا کہ شاہ اسیریا نے خوش ہو کر پہلے تو اسی کو بابل کا گورنر اور بعد ازاں بادشاہ بنا دیا -

بادشاہ بنتے ہی نابوپال اسر نے اپنے محسن اور قدیم سلطنت اسیریا کو تباہ کرنے کے منصوبے گانٹھنے شروع کر دئیے - پہلے تو اپنے بیٹے بخت نصر کی شادی نکنیاس، CYAXARES شاہ میڈیا کی لڑکی سے کر کے اسے اپنے ساتھ ملایا پھر فرعون مصر نیچو کو اپنے ساتھ متفق کر کے اسیریا کے خلاف اعلان جنگ کر دیا -

مختصر - میڈیا اور بابل کی متفقہ فوجوں نے اسیریا کی فوجوں سے کئی شکستیں کھائیں لیکن آخرکار انہیں کو فتح حاصل ہوئی -

سینحیرب شاہ اسیریا نے جس قدر جور و ستم اہل بابل پر کئے تھے نابوآسر پال نے خوب دل کھول کر اسکا بدلہ لیا اور اسیریا کے دارالحکومت شہر نینوہ کو تاراج کر ڈالا -

شہر نینوہ کی فتح کے بعد شاہ میڈیا اور نابوآسر پال نے سلطنت اسیریا کو آپس میں تقسیم کر لیا - شاہ میڈیا نے بہت سا علاقہ تو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا اور شہر بابل اور اس کے اردگرد کا کچھ حصہ جسکو کالدیہ کہتے تھے نابوآسر پال کو دیدیا -

نابو اسر پال نے اس حصہ ملک کا نام کالڈینیا رکھ لیا جس کے معنے دو متحدہ ملک ہیں جس کا دارالسلطنت بابل ہے اور یہیں سے بابل کا وہ پرعظمت زمانہ شروع ہوتا ہے جس سے کہ بابل عروس بلاد بن گیا -

نابو اسر پال کے بعد اُسکا بیٹا بخت نصر تخت پر بیٹھا۔ اس نے آس پاس کی تمام سلطنتوں کو فتح کر کے قیدیوں کو بابل کی تعمیر میں لگا دیا اور بیشمار روپیہ صرف کر کے اس شہر کو ایسا بنا دیا کہ گویا جادو کا شہر ہے۔ اور اُس کو دیکھکر تکبر آمیز غرور اور فخر کے لہجہ میں پکار اُٹھا:-

"کیا یہ وہی بابل ہے جسے مَیں نے اپنی طاقت بے مثال کے اظہار اور اپنی ذات اعلیٰ کی عزت کے لئے بنایا ہے؟"

مہات سائرس (فاتح بابل) کا مؤلف سلطنت بابل کے حدود اربعہ اس طرح بیان کرتا ہے:-

"یہ خاص ملک بابل تو زمین کے اُس حصہ کو کہتے ہیں جو دریائے فرات اور دجلہ کے درمیان محدود ہے لیکن اسکا کچھ حصہ فرات کے مغربی اور دجلہ کے مشرقی کنارہ تک پھیلا ہوا تھا۔ جنوب میں خلیج فارس اُس کی قدرتی سرحد بنی ہوئی تھی۔ شمالی سرحد کوئی مقرر نہ تھی اور مختلف شاہوں کی قسمت کے ساتھ ساتھ اُس میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا تھا۔ حالانکہ مغربی سمت سلطنت اسیریا اور یہودیہ کے پرے تک پھیلتی چلی گئی تھی۔"

* * * * * * * * *

شہر بابل

شہر بابل کا عرض و طول یکساں تھا۔ اور اُس کی فصیل کا ہر ایک ضلع چودہ میل کا تھا۔ فصیل کے باہر ساتھ ساتھ ایک عمیق خندق چلی گئی تھی جو ہر وقت پانی سے لبریز رہتی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسی خندق کی مٹی سے اینٹیں بنا کر یہ دیوار تعمیر کی گئی تھی۔ اس شہر پناہ میں ایک سو دروازے تھے۔ ہر ایک دروازے سے ایک کشادہ سڑک شروع ہو کر مقابل کے دوسرے دروازہ تک چلی جاتی تھی۔ گویا پچیس سڑکیں شمال سے جنوب کو اور پچیس مشرق سے مغرب کو اس طرح چلی جاتی تھیں کہ مقام تقاطع

پر خوبصورت چوک یا چوراہے بنتے چلے جاتے تھے۔

ان سڑکوں کے تقاطع سے شہر چھ سو پچیس مربع ٹکڑوں میں منقسم ہو گیا تھا جن میں محلّے اور کوچے بنے ہوئے تھے۔ مکان سہ منزلہ اور چہار منزلہ تھے جو بڑی بڑی مضبوط اور پختہ اینٹوں سے تعمیر کئے گئے تھے۔ کھجور کی لکڑی کے ستون مختلف رنگین مصالحوں اور نقاشی سے ایسے بنائے گئے تھے کہ بالکل پتھر کے ترشے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔

دریائے[1] فرات شہر کے عین وسط میں بخط مستقیم ایک طرف سے داخل ہو کر دوسری طرف نکل جاتا تھا۔ شہر کے اندر دریا کے دونو طرف نہایت ہی مضبوط پشتے اور گھاٹ بنتے چلے گئے تھے۔ جن کے پیچھے پیچھے دونو پہلوؤں پر دو مضبوط اور بلند دیواریں اس لئے کھینچ دی گئی تھیں کہ طغیانی کے وقت شہر کو نقصان نہ پہونچے۔ ان دیواروں میں جہاں جہاں سڑکیں ان تک آ کے پہونچی تھیں پھاٹک قائم کئے گئے تھے۔ جن میں سے نکلتے ہی بعض جگہ تو عظیم الشان پل مقابل کے پھاٹک تک پہنچا دیتے تھے اور اکثر جگہ گھاٹوں سے اتر کر لوگ منقش و دل فریب کشتیوں پر سوار ہو کر اس پار جاتے اور اس طرح شہر کے دونو حصّوں میں آمد و رفت رہتی۔

طغیانی کے شروع ہوتے ہی یہ پھاٹک بند کر دئے جاتے اور اہل بابل اطمینان کے ساتھ سڑکوں پر آمد و رفت جاری رکھتے تھے۔ مودریا کی طغیانی سے شہر کو بچانے کے لئے بخت نصر نے اپنے زمانہ میں ایک مصنوعی جھیل بھی بنائی تھی جس میں ندا ندی پانی جمع رہتا تھا۔ اور دریا کے پانی کم ہونے کے زمانہ میں زراعت میں اس سے بہت مدد ملتی تھی۔

دریا کے یہ تمام پل تختوں کی وضع کے تھے جو لڑائی اور فتنہ کے زمانہ میں نہایت آسانی سے کھینچ لئے جاتے تھے اور دریا سے گزرنا مشکل ہو جاتا تھا۔ دریا کے شہر میں داخل ہوتے اور باہر نکلنے کی جگہ پر فصیل میں دو عظیم الشان محرابیں تھیں جنہیں

[1] دریائے فرات کا قدیم نام براتو ہی اور بعض کتبوں میں اسکو دریائے کبیر بھی لکھا ہوا پایا گیا ہے +

بڑے بڑے مضبوط برنجی پھاٹک لگائے گئے تھے جو جب مرضی کھولے اور بند کئے جاتے تھے۔

پلوں اور کشتیوں کے علاوہ اس پار جانے کا ایک اور راستہ بھی تھا جو سُرنگ

کھود کر دریا کے تہ کے نیچے سے نکالا گیا تھا یہ سُرنگ نہائت ہی مضبوط اور مستحکم پندرہ

فٹ چوڑی اور بارہ فٹ بلند تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ سُرنگ ملکہ سمی رامیس نے

بنوائی تھی اور اس کے ذریعہ وہ خفیہ طور پر اپنے اُن محلوں میں آمدورفت کرسکتی تھی

جو دریا کے دونو کناروں پر تعمیر کئے گئے تھے لیکن موجودہ زمانہ جیکہ ہر ایک بات میں

بال کی کھال اُتاری جاتی ہے اس بنا پر اس کے وجود سے انکار کر جاتا ہے۔

کہ ہیرودوطوس نے اپنی کتاب میں اسکا ذکر نہیں کیا۔ جس نے خود بابل کو دیکھا تھا اور

دلیل یہ دیتا ہے کہ اگر ایسی کوئی سُرنگ دریا کے نیچے بنائی گئی ہوتی تو ہیرودوطوس نے

جہاں دریا کے پلوں کا ذکر کیا ہے جو اُس کے سامنے بالکل معمولی حیثیت رکھتے ہیں

تو اسکا ضرور ذکر کرتا کیونکہ اس سے بڑھکر بابل میں اور کوئی چیز حیرت انگیز نہیں ہوسکتی

تھی اور ڈایوڈورس جس نے اسکا ذکر کیا ہے اس نے خود اسکو نہیں دیکھا۔ نیز

اس زمین کی مٹی جبکہ بابل آباد کیا گیا تھا ایسی کمزور اور پھس پھسی واقع ہوئی تھی۔ کہ

ایسی زمین میں سُرنگ بنانے کی مشکلات پر اس زمانہ کے انجنیروں کا غالب آنا ناممکن[1]

معلوم ہوتا ہے۔

بابل میں سب سے ممتاز عمارت بعل کا مندر تھا۔ ہیرودوطوس لکھتا ہے کہ بعل کا

مندر مربع شکل کا تھا جس کا ہر ایک ضلع چوتھائی میل سے کم نہ ہوگا۔ مندر کا مینار

جو آٹھ منزل کا تھا اور اُس کی چوٹی پر دیوتاؤں کا شوالہ تھا۔

ڈایوڈورس لکھتا ہے کہ شوالے میں تین بُت تھے۔ (۱) بعل (۲) بلیتس اور

(۳) الیشطار۔ بلیتس کے بُت کے سامنے دو سونے کے شیر تھے اور اُن کے نزدیک

ہی چاندی کا ایک نہائت ہولناک سانپ رکھا ہوا تھا اُس سے آگے سونے کی ایک

میز چالیس فٹ لمبی اور پندرہ فٹ چوڑی رکھی تھی جس پر دو بڑے بڑے اگردان اور

[1] جغرافیائی اور تاریخی لغات جلد ۱ صـ ۲۹۴

سونے چاندی۔ کے جام وسبو قرینے سے لگائے گئے تھے۔

مینار کی پہلی اور آٹھویں منزل پر اسی قسم کا بیش قیمت سامان تھا جو فارسیوں نے اپنے حملے کے وقت لوٹ لیا

جس وقت ہیرو دوطوس، بابل گیا ہے یہ سب سامان ضائع ہو چکا تھا۔ مینار کی آخری منزل پر ایک سونے کی میز اور ایک پلنگ رہ گیا تھا۔

اس مندر کے علاوہ برس نمرود کا مندر بھی اہل بابل کی جدت اور صناعی کا ایک کامل نمونہ تھا جس کی سات منزلیں تھیں اور ہر ایک منزل کا رنگ جدا جدا تھا۔ اس کے بعد قصر بابل کا درجہ تھا۔ یہ قصر بھی مربع شکل کا تھا۔ اس کے احاطہ کا رقبہ سات میل تھا۔ تمام دیواریں دلفریب نقش و نگار سے مزین تھیں اور اس میں اتنے اتنے بڑے تین برنجی پھاٹک تھے جو صرف کلوں ہی کی مدد سے کھولے اور بند کیے جا سکتے تھے۔

اس قصر میں شاہی محل، اور وہ مشہور عالم وحیرت انگیز لٹکتا ہوا باغ اور اس کے چمن تھے جو آگلی دنیا کے سات عجائبات میں شمار کیے جاتے ہیں۔

دیوارِ بابل اور اس کے دروازے

جس طرح بابل کی دوسری چیزیں عجائبات زمانہ سے ہیں ایسے ہی اس شہر کی فصیل بھی عجوبۂ روزگار سے ہے۔ اہل بابل اس دیوار کو نمتی بیل کہتے تھے۔ اسکی عظمت و شوکت کا نقشہ کھینچنا تو بمصداق "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" امکان سے باہر ہے۔ تاہم مورخین قدیم نے جو کچھ اس کی بابت لکھا ہے اسکا ماحصل درج ذیل ہے۔

ہیرودوطس مشہور یونانی مورخ لکھتا ہے کہ دیوار بابل تین سو فٹ بلند اور ۸۵ فٹ عریض تھی۔ سٹی سی ایس دیوار کے عرض کی نسبت تو خاموش ہے لیکن بلندی کے معاملہ میں ہیرودوطس کی تائید کرتا ہے[۱]۔ لیکن کرتیس کا قول ہے کہ ایکسو نوے فٹ

[۱] حیات سارٹرس صفحہ ۴۵

بلند اور چالیس فٹ عرض میں تھی۔

اس شہر پناہ پر چاروں طرف اندرونی اور بیرونی رُخ پر آمنے سامنے دو دو خوبصورت بُرج بنتے چلے گئے تھے جن کی تعداد دو سو پچاس تھی۔ فصیل کی وسعت کا اندازہ اس سے بخوبی ہوسکتا ہے کہ ان برجوں کے درمیان جو اندر اور باہر کے رُخ آمنے سامنے واقع تھے چار گھوڑوں کی گاڑی آسانی سے چلائی جاسکتی تھی۔ سٹرابو کا بیان ہے کہ دو چھکڑے ایک دوسرے کے مقابل آتے ہوئے بلا پس و پیش ایک دوسرے کے پاس سے گذر جاتے تھے۔

اس رفعت و عظمت کے ساتھ یہ شہر پناہ اس قدر مضبوط تھی کہ دنیا میں مشہور تھا کہ کوئی زبردست دشمن نہ اسے بارود بچھا کے اُڑا سکتا ہے نہ اسکے اوپر چڑھکر شہر کے اندر داخل ہوسکتا ہے۔

اس شہر پناہ کو پہلے پہل شاہ سومو ابو نے جو عربی خاندان بابل کا اوّلین بادشاہ تھا ۲ ہزار ۲ سو سال قبل مسیح بنوایا تھا۔ لیکن جو وسعت و رفعت اس کی بیان کی گئی ہے وہ اُسے قریباً ڈیڑھ ہزار سال بعد بخت نصر کے زمانہ میں حاصل ہوئی تھی جسنے بابل کو اس عظمت پر پہنچا دیا کہ دنیا میں اس کے افسانے مشہور ہوگئے۔

بخت نصر نے اس دیوار کے بنانے اور مرمّت کرانے میں یہودی۔ فینکی۔ شامی۔ اور مصری قیدیوں سے کام لیا جو لاکھوں کی تعداد میں اُسکے پاس گرفتار تھے۔

اسکے علاوہ اُس نے ایک اَور دیوار بھی بنوائی تھی جو پہلی دیوار کے اندر کی جانب ایک خندق کا فاصلہ رکھکر تعمیر کی گئی تھی۔ جسکا نام اسنے انگر بیل رکھا تھا۔ یہ دونو دیواریں ایک دوسری کے مقابل متوازی چلی جاتی تھیں۔

اس شہر پناہ میں ایک سو دروازے نہایت مضبوط فولاد کے لگائے گئے تھے جنپر پیتل کے موٹے موٹے پترے چڑھائے گئے تھے۔ ان دروازوں میں سے چند کے نام جو کتبوں میں پڑھے گئے ہیں درج کئے جاتے ہیں۔

ﮧ جامع العلوم نیلسن جلد ۲ صفحہ ۱۵۔

(۱) دروازہ شمراطس (۲) نینان (۳) خالدین (۴) بیلڈین (۵) کسٹین وغیرہ۔ یہ دروازے ایسے متقابل بنائے گئے تھے کہ ایک دروازہ سے جو سڑک شروع ہوتی تھی وہ بغیر کسی ایچ پیچ کے بالکل سیدھی دوسرے دروازہ میں جا ملتی تھی اسی طرح شہر کی تمام سڑکیں بالکل سیدھی خط مستقیم میں جاتی تھیں جن کے آپس کے تقاطع سے چوک یا چوراہے بنتے اور شہر مربع ٹکڑوں میں منقسم ہوتا چلا جاتا تھا۔

لغیانی کے زمانہ میں دریائے فرات کے پانی کو روکنے کے لئے بھی دریا کے دونو کناروں کے ساتھ ساتھ دو دیواریں تعمیر کی گئی تھیں اور ان بازاروں کے لیئے جو ان میں سے ہو کر گذر جاتے تھے ہر ایک دیوار میں پچیس پچیس دروازے بنائے گئے تھے۔ ان دروازوں میں داخل ہوتے ہی وہ پل شروع ہو جاتے تھے جو دریا میں ستون بنا کر انہیں ایسے طریق سے تعمیر کئے گئے تھے کہ وقت ضرورت کھینچ لئے جائیں تو دریا کو عبور کرنا مشکل ہو جائے۔ ان میں سے ہر ایک پل کا عرض تیس تیس فٹ تھا۔ پھر ان پلوں کے نیچے دروازوں کے ساتھ ہی ان کشتیوں کے لئے گھاٹ بھی تعمیر کئے ہوئے تھے جو سیر و تفریح کیواسطے استعمال کی جاتی تھیں۔

وسعت شہر اور آبادی

مشرقی مورخوں نے جو روایتیں بیان کی ہیں، موجودہ باشندوں کا جو خیال ہے، قدیم مورخوں نے جو کچھ لکھا ہے، اور سب سے بڑھ کر عظیم الشان کھنڈروں کی متعلق متجسسین حال کے اکتشافات جو ان کے بیانات کی تصدیق کرتے ہیں، اس شہر کی وسعت کے بارہ میں قیل و قال کی گنجائش نہیں رہنے دیتے۔

قدیم مورخوں نے اس مشہور شہر کی وسعت اتنی بڑی بیان کی ہے کہ عقل حیران ہو جاتی ہے۔ شہر مربع شکل میں واقع تھا۔ جس کا رقبہ بقول ہیرو ڈوٹس چار سو سٹیڈیا۔ بقول سٹرابو[1] تین سو پچاسی سٹیڈیا۔

[1] سٹرابو ایک مشہور یونانی جغرافیہ نویس اور مورخ گزرا ہے مشہور یونانی مورخ جس کی تاریخ ہسٹو فلاسفر کی لقب پاتا ہے اس کی تاریخ تو گم ہو گئی۔ البتہ جغرافیہ جو سترہ جلدوں میں ہے محفوظ رہا۔

سٹی سی اس[51] کے اعتبار سے بقول ڈیوڈورس[52] سکولس تین سو ساٹھ سٹیڈیا - اور بقول کلیٹارکس[53] جو سکندر کے ہمراہ اس شہر کو بچشم خود دیکھا ہے تین سو پینسٹھ سٹیڈیا تھا قوینٹس کرٹیاس[54] کا رقبہ ۳۶۸ سٹیڈیا لکھا ہے اور پلائنی[55] ساٹھ رومن میل -

اب سخت مشکل امر ہے جسنے کہ اعداد میں تزلزل ڈال دیا ہے کہ یہ اختلاف کس طرح پیدا ہو گیا؟ یہ اختلاف حقیقی ہے یا اختلاف معیار سے پیدا ہوا ہے؟ کیونکہ ڈیوڈورس کا قول لیا جائے تو معہ دیوار بابل کا رقبہ ۷۲ مربع میل ہو جاتا ہے اور اگر ہروڈوطوس کا قول قبول کیا جائے جسکا پلائنی بھی موید ہے تو بابل کا رقبہ ۱۴۴ مربع میل سے بھی بڑھ جاتا ہے اور جب ساتھ ہی اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ ہروڈوطوس کا سٹیڈیم ۶۰۰ یونانی یا ۶۰۴ انگریزی فٹ کے برابر ہے تو پھر اس کا رقبہ ۱۸۰ مربع میل تک پہنچ جاتا ہے -

بابل کی آبادی کا اندازہ لگانے کے لئے اسکے رقبہ کا زمانہ حال کے شہروں کے رقبہ اور آبادی سے مقابلہ کرنیکی متعدد کوششیں کی گئی ہیں لیکن کمترین اندازہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یورپ کا وہی شہر اس سے ٹکر کھا سکتا ہے جس کی آبادی پچاس لاکھ تک کی ہو - اور حقیقت تو یہ ہے کہ یورپ کا کوئی شہر بھی بابل سے خفیف سے خفیف مشابہت بھی نہیں رکھتا -

---

۵۱ سی ٹی اس یونان کا مشہور طبیب اور مورخ ہوا ہے - ڈیوڈورس اسکو ایک جنگی قیدی سمجھتا ہے اس کی دو کتابیں تاریخ ایران اور تاریخ ہند مشہور ہیں -

۵۲ جزیرہ سسلی کا مشہور یونانی مورخ - سسلی کے مقام اگریم میں پیدا ہوا - اس نے تیس سال صرف کرکے چالیس جلدوں میں ایک تاریخ لکھی -

۵۳ مشہور یونانی مورخ جو تمام مہموں میں سکندر کے ساتھ رہا -

۵۴ سکندر اعظم کا مشہور سوانح نویس گذرا ہے اسکے ذاتی حالات کی بابت وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا - اسنے آٹھ کتابیں لکھیں جنمیں سے پہلی دو کلیتہ گم ہو چکی ہیں باقی کی بھی نامکمل حالت میں ملتی ہیں

۵۵ پلائنی مشہور رومی مورخ - تاریخ طبعی اسکی مشہور کتاب ہے ۲۳ء میں پیدا ہوا اور ۷۹ء میں فوت ہوا

شہر کی وسعت کے مقابلہ میں عمارات اور آبادی کی کچھ بھی نسبت نہیں۔ اور ریچ[1] کے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ :-

"اسکو دیکھکر یہ خیال ہوتا ہے کہ ایک باقاعدہ شہر کی نسبت اسکو ایک ایسا ضلع کہنا زیادہ موزوں ہے جس کو چاروں طرف سے دیواروں سے احاطہ کرلیا گیا ہو۔"

قونٹس کریٹئس کہتا ہے کہ :- فصیل شہر کے اندر ہی ½ حصہ میں باغ - باغیچے - کھیت - چراگاہیں اور قابل زراعت زمینیں تھیں - جو تمام باشندوں کی خوردنی ضروریات کی متکفل تھیں - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شہر کے ایک وسیع رقبے میں کاشتکاری کی جاتی تھی - اور شہر میں غلہ وغیرہ کے بڑے بڑے ذخیرے رکھے جاتے تھے - زینوفن[2] بڑے وثوق سے لکھتا ہے کہ جب سائرس (خسرو) نے

---

[1] مشہور انگریزی سیاح اور ماہرالسنہ مشرقیہ ۲۸ مارچ ۱۷۸۷ء کو پیدا ہوا لاطینی یونانی عبرانی - سریانی - فارسی - ترکی اور دیگر مشرقی زبانیں سیکھ کر ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت میں بمبئی پہنچا - پھر ۱۸۰۴ء قسطنطنیہ اور سمرنا گیا - پھر انگریزی کونسل جنرل سکندریہ کا نائب مقرر ہوا - یہاں اس نے عربی زبان میں مہارت تامہ حاصل کی - ۱۸۰۸ء بغداد کا ریسیڈنٹ مقرر ہوا - بغداد میں پہنچکر اس نے بابل کے کھنڈرات اور آس پاس کے علاقوں کا ملاحظہ کیا - پھر اطلس نینوہ اور دیگر مشہور ترین تباہ شدہ شہروں کو دیکھا بھالا - اور ایشیائے کوچک کا جغرافیہ لکھا - تیرہ کتبے جات اور سکوں کو جمع کیا - اور ان پر کتابیں لکھیں - ۵ اکتوبر ۱۸۲۱ء کو ایران میں سفر کرتا ہوا یہ مشہور شخص عین عالم جوانی میں بمقام شیراز ہیضہ سے مرگیا -

[2] مشہور یونانی مؤرخ اور مضمون نگار ۴۳۰ قبل مسیح ایتھنز میں پیدا ہوا - لڑکپن میں سقراط کے زیر اثر رہا - ۴۰۱ قبل مسیح جب سائرس اپنے بڑے بھائی کے خلاف لڑنے کی تیاریاں کررہا تھا اس کے ایک دوست نے اسکو سائرس کی مدد کے لئے بلایا - لیکن زینوفن کو جو چیز فارس کی طرف کھینچکر لیگئی وہ شوق سیاحت تھا - لڑائی کے بعد جب ایرانیوں نے دغابازی سے یونانی سپاہیوں کے افسروں کو قتل کر ڈالا تو اس نے ... [illegible]

(بقیہ برصفحہ آئندہ)

بابل کو فتح کیا ہے شہر میں بیس سال کے لئے ذخیرہ خوراک موجود تھا - اگر ہم اس بیان کو مبالغہ آمیز بھی سمجھیں تاہم اس میں شک نہیں کہ جب ڈیریئس ہائس ٹسپس (دارا) اس کا ایک سال سات ماہ تک مکمل محاصرہ کئے رہا تو اسوقت بھی شہر تو اگرچہ فتح ہوگیا لیکن اسکا باعث قحط نہیں ہوا بلکہ گھبراہٹ ہوئی تھی اس لئے یہ امر یقینی ہے کہ شہر کے وسیع رقبہ کے صرف ایک تھوڑے سے حصہ میں مکانات تھے ہاں یہ اور سوال ہے کہ مکانات کس قدر رقبہ پر تھے اور اسکا فیصلہ کرنا امر محال ہے

اِن تمام وجوہ کو مدنظر رکھکر ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ بابل کی آبادی غالباً دس سے بارہ لاکھ تک ہوگی -

ہمارے اس قیاس کی اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ سیلیوشیا[۵۲] جسکا رقبہ بابل سے نصف تھا جب اپنے کمال عروج پر تھا تو اس کی آبادی چھ لاکھ نفوس کی تھی -

(بقیہ حاشیہ) بڑی دانائی سے یونانی سپاہیوں کو بچایا اور کردستان جارجیا اور آرمینیا کے سینکڑوں میل میدانی اور پہاڑی علاقوں کو ۵ ماہ میں طے کرکے سنہ ۴۰۰ قبل مسیح مع اپنے ہمراہیوں کے طرابزون پہنچگیا - ایتھنز اور سپارٹا کی لڑائیوں میں یہ سپارٹا والوں کی طرف سے اپنے ہموطنوں کے خلاف لڑتا رہا - اسپر ایتھنز نے اسکی جلاوطنی کا فتوے دیدیا - اس نے مختلف مضامین پر گیارہ بارہ کے قریب کتابیں لکھیں -

[۵۱] دارا اوّل ہائس ٹسپس کا بیٹا ایران کا زبردست بادشاہ ہوگذرا ہے سنہ ۵۲۱ قبل مسیح میں بادشاہ ہوا اس نے دو دفعہ بابل کو فتح کیا - ایکدفعہ سنہ ۵۲۰ ق م میں بزمانہ بخت نصر ثالث اخیر حملہ کرکے اور دوسری دفعہ سنہ ۵۱۴ ق م میں جبکہ بابل والوں نے ایک ارمنی مسمی اراکس کی ماتحتی میں بغاوت کی تھی - اس بغاوت کو فرو کرکے دارا دیوار بابل کے ایک حصہ کو تباہ کرنیکے علاوہ بعل کے بت کو لوٹ کرلیگیا اس کا مذہب زند اوستھا کا تھا جو اپنی قدیم ایرانی زبان میں ہے جسکا فارسی میں ترجمہ کرا

[۵۲] دریائے دجلہ پر ایک بہت بڑا شہر تھا جس کو شاہ سیلیوکس اوّل نے آباد کیا تھا - یہ شہر موجودہ ڈٹیسفون کے قریب لیکن اس کے بننے سے پہلے بابل کے مصالح سے بنایا گیا تھا - مشہور رومی مؤرخ پلائنی کے زمانہ میں اسکی آبادی ۶ لاکھ آدمیوں کی تھی مدائن کے آباد ہونے پر اسکا زوال شروع ہوگیا اور آخر مٹ کر رہ گیا +

اِس میں شک نہیں کہ ہم جس شخص کی تحریر پر اعتماد کر سکتے ہیں وہ صرف ہرودوطوس ہی ہے۔ نہ صرف اس لئے کہ وہ اوّلین غیر ملکی مورّخ ہے بلکہ اس لئے بھی کہ تمام قدیم مورخوں میں سے صرف یہی ایک شخص ہے جس نے بچشم خود بابل کو ایسی حالت میں دیکھا ہے جبکہ وہ خاصہ محفوظ تھا۔

اِس دلفریب شہر کی بابت اسکے بیان کی سوائے چند مستثنیات کے نہ صرف مورخین خلف ہی تصدیق کرتے ہیں بلکہ موجودہ زمانہ کے سیاحوں کی تحقیقات بھی اسکی مؤید ہے اور اگرچہ موجودہ زمانہ کی تنقید اُس کی تحریر میں کچھ نہ کچھ نقص نکال لے۔ لیکن اسکا کیا علاج کہ اُس نے جو کچھ لکھا ہے اپنی آنکھوں سے دیکھکر لکھا ہے۔[۱]

قصرِ شاہی

قصرِ شاہی سے وہ قلعہ مراد ہے جس میں شاہی محل۔ گلشن آویزاں (ہوائی باغ یا فلک نما باغ) اور بعل کا مندر تھا۔ یہ قصر نہایت محفوظ اور وسیع تھا اسکے دروازے نہایت مستحکم اور اصول فن انجنیری کے مطابق بنے ہوئے تھے۔ اس کا رقبہ سات میل کے قریب بیان کیا جاتا ہے۔

اس کا بانی[۲] اور تعمیر کنندہ بھی شاہ بخت نصر اور اسکا باپ بنو پلا سر ہی ہوا ہے کیونکہ شاہان اسیریا (نینوہ) تغلات پلاسر اوّل نے ۱۱۳۰ برس قبل مسیح شلمانسر نے ۸۵۰ برس قبل مسیح اور شاہ سینچریب نے ۷۰۵ برس قبل مسیح اسکو بار بار تباہ کیا سینچریب شاہ نینوہ جو ۷۰۵ برس قبل مسیح گذرا ہے اپنے ایک کتبہ میں لکھتا ہے:۔

"میں نے اپنی حکومت کے شروع زمانہ میں شاہ کاردیا میرودخ بالاداں

---

[۱] مسٹر میکلا کی جغرافیائی ۔ ملکی اور تاریخی لغات جلد ۱ صفحہ ۲۶۳

[۲] بیان کیا جاتا ہے کہ بابل کے پُرعظمت زمانے میں اسور کی ملکہ سمی رامس کا بہت بڑا حصہ تھا لیکن سمی رامس کا بابل شاہان سیوہ کی تاختوں سے تباہ ہو چکا تھا اس لئے اس بابل کی عظمت کا حسن نے دنیا کو حیرت زدہ کر رکھا بانی مبانی بخت نصر ہی ہوا ہے۔

کی فوجوں کو تباہ کیا۔ عین اُسوقت جبکہ میدان کارزار گرم تھا وہ اپنی فوج سے الگ ہوگیا۔ اور اپنی جان بچاکر بھاگ گیا۔ میں نے اُس کے رتھوں گھوڑوں چھکڑوں اور گھوڑیوں کو جنہیں وہ میدان میں چھوڑ گیا تھا گرفتار کر لیا۔

میں نے اُس کے محل کو جو شہر بابل میں تھا تاخت و تاراج کر ڈالا۔ میں نے اُس کے خزانوں کو کھولا سونا چاندی سونے چاندی کے برتن۔ گرانبہا پتھر جنہیں اگرٹہ کہتے ہیں ملتیار خزائن و قیمتی اسباب۔ اس کے محل کے سے امراء۔ اُس کے غلام اور لونڈیاں۔ اسکے تمام دوست اور محافظ۔ اسکے محل کی تمام قابل قدر اشیاء۔ ان تمام پر میں نے مال غنیمت سمجھکر قبضہ کر لیا۔

لیے خداوند اشور کی برکت سے میں نے سرزمین خالدیہ کے ۷۶ شہروں شاہی رہائش گاہوں۔ اور اُس کے چار سو بیس چھوٹے قصبوں کو فتح کرکے تباہ کر ڈالا اور وہاں سے بہت سا مال غنیمت اپنے ساتھ لے آیا۔"

واقعی سینیچرب نے بابل پر بڑی سختی کی تھی۔ اُس نے اُس کے مندروں کو تباہ کرکے اُن کے میناروں کو دریا میں گرا دیا۔ بابل کے کتب خانہ کو بھی بہت کچھ برباد کر ڈالا۔ چنانچہ اس تباہی کی خود ہی تشریح اس طرح کرتا ہے کہ شہر اور محلوں کو کھود کر زمین کے برابر کر دیا۔ پھر اُس کو آگ لگادی۔ قلعہ اور دوہری دیوار کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ دیوتاؤں کے مندروں اور خشتی میناروں کو گراکر انکا ملبہ دریائے ارکسز میں پھنکوا دیا۔

اُس کے بعد قریباً سو سال سے زیادہ عرصہ تک بابل سلطنت نینوہ کا ایک صوبہ رہا۔ پھر نابو پال اسر کے زمانہ میں اہل بابل نے نہ صرف خودمختار حکومت قائم کر لی بلکہ سلطنت نینوہ کا بھی ہمیشہ کے لئے خاتمہ کرکے اہل نینوہ کے ظلم و ستم کا خوب بدلہ لیا ہے۔

• ۵۷۵ سال قبل مسیح جب بخت نصر بابل کے تخت پر بیٹھا تو اُس نے اردگرد کی تمام رقیب سلطنتوں کو تہ و بالا کر دیا اور اُن کی تمام دولت سمیٹ کر بابل میں جمع کر لی

فینکی، شامی - یہودی اور مصری لاکھوں کی تعداد میں قید ہو کر بابل میں آئے - اس نے ان تمام قیدیوں کو شہر بابل کی تعمیر میں لگا دیا - اور یہ اسی کی کوششوں کا نتیجہ تھا - کہ یہ شہر اپنی پاکیزہ عمارتوں - فرحت افزا نظاروں اور بیشمار حیرت انگیز صناعیوں کی بدولت عروس البلاد کے لقب سے مشہور ہو گیا - اور اس میں پھر ایسے ایسے خزائن جمع ہو گئے کہ انکا تذکرہ پڑھکر عقل چکرا جاتی ہے -

بعل کا مندر

بعل[1] خاص اہالیانِ شہر بابل کا دیوتا تھا - باشندگانِ بابل اس دیوتا کو اپنا سب سے بڑا معبود سمجھتے تھے - بادشاہ اور تمام امراء اس کی پرستش کرتے تھے - اس بت کا قد ۲۸ فٹ بیان کیا جاتا ہے - کہتے ہیں کہ ہر روز اسیر اتنا چڑھاوا چڑھتا تھا جو سلطنت کی سہ ماہہ آمدنی سے بھی زیادہ قیمت کا ہوتا تھا - یہ تمام چڑھاوا بلا کسی تصرف کے ان سنگی تہ خانوں میں داخل کر دیا جاتا تھا جو اس بت کے کمرہ کے قریب ہی بنے ہوئے تھے - پجاریوں کی تنخواہیں اور دیگر اخراجاتِ مندر تمام شاہی خزانہ سے ادا کئے جاتے تھے - قریباً ہزار من عرق گلاب اس بت اور اس کے مندر کے غسل میں روزانہ صرف ہوتا تھا - اس کے کمروں میں پانسو انگیٹھیاں عنبر، مشک اور عود کی جلائی جاتی تھیں

بعل کس کی شبیہ تھا - اسے کس نے بنایا - اس کی نسبت مورخوں میں سخت اختلاف ہے - بعض کی رائے ہے کہ بعل خود بخت نصر کی شبیہ ہے - جسکو اس نے اپنی شان و شوکت کے اظہار کے لئے اسوقت تعمیر کرایا جبکہ اس کی فوجیں اپنے اردگرد کی تمام قوموں کو

[1] بعل کے اصل معنی عام طور پر "خداوند" (LORD.) کے ہیں - بعد ازاں اس زمانہ کی تمام کنعانی قوموں میں اس لفظ کا عام استعمال ہونے لگ گیا تھا - مثلاً "بعل بریث" شامیوں کا "خداوند قول و قرار" "بعل زبوب" "مکھیوں کا دیوتا" اکرون میں فلسطینیوں کا دیوتا تھا - صرف بعل کا پاک لقب "سورج" کو دیا گیا تھا - جس کو فینیقی، کارتھیجی اور دیگر کنعانی قومیں بحیثیت حاکم اعلیٰ سمجھکر پوجتی تھیں بہت سے فینیقی و کارتھیجی ناموں و مقاموں کے ناموں میں بھی اسکا جزو داخل ہے مثلاً ہسدروبال (بعل کی مدد) ہنی بعل (بعل کی عظمت) امپیریل ڈکشنری صفحہ ۱۹

تہ و بالا کرکے اُنکی تمام دولت بابل میں لاکر جمع کر رہی تھیں - بعض اس کو نمرود کی شبیہ خیال کرتے ہیں لیکن غالب رائے یہ ہے کہ بعل "سورج" کا دیوتا تھا - جس کو بابیوں کی توہم پرستی نے خدا کے درجہ تک پہنچا دیا تھا - اسکا مندر مربع شکل کا تھا اس کا ایک ضلع چوتھائی میل سے کم نہ تھا - مندر کا مینار آٹھ منزل کا تھا - جسپر پڑھنے کے لئے ایک چکردار سیڑھی بنائی گئی تھی -

سٹرابو لکھتا ہے کہ جب ۳۳۱ قم سکندر اعظم نے بابل کو فتح کیا تو بعل کا مندر اس شکستگی کی حالت میں تھا کہ صرف اُس کا ملبہ اُٹھانے کے لئے دس ہزار آدمیوں کو دو ماہ تک کام پر لگانا ضروری تھا - سکندر کا خیال تھا کہ اسکو مرمت کرا دے لیکن اُس کی موت نے اُس کے ارادہ کو پورا نہ ہونے دیا - جس عمارت کا جبکہ وہ قابل مرمت تھی اسقدر ملبہ ہو - اُس کی کل جسامت کا اندازہ ناظرین خود لگا سکتے ہیں -

بعل کا بُت چاندی کا تھا - شاہ بخت نصر نے اُسپر سونے کا غلاف چڑھا دیا تھا - ڈایوڈورس لکھتا ہے کہ مندر میں تین سونے کے بُت تھے - (۱) بعل کا - (۲) بلتیس یعنی بعل کی بیوی کا (۳) ایشتر کا -

بلتیس کے بُت کے سامنے دو سونے کے شیر تھے - اور اُن کے نزدیک ایک بہت بڑا چاندی کا سانپ دھرا تھا - اِن بتوں کے سامنے چالیس فٹ لمبی اور پندرہ فٹ چوڑی سونے کی ایک میز دھری تھی - پاس ہی سونے چاندی کے گھڑے اور گلاس رکھے ہوئے تھے -

مندر کی سب سے نیچے کی منزل میں ایک اور عبادت گاہ تھی جسمیں ایک میز اور ٹھوس سونے کے دو بُت رکھے ہوئے تھے معبد کے باہر دو قربانگاہیں تھیں جن میں سے چھوٹی سونے کی بنی ہوئی تھی [۱]

جسوقت فارسیوں نے بابل کو فتح کیا تو مندر کا تمام سامان یہانتک کہ بتوں کو بھی لوٹ کر لیگئے - اس کے بعد جب ہیرو ڈوٹس بابل کی سیاحت کو گیا تو وہاں نہ تو وہ بت ہی تھے

[۱] انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا جلد ۳ صفحہ ۱۰۳ -

اور [illegible] آخری منزل پر ایک سونے کی میز اور ایک نہایت نفیس چارپائی

کہا جاتا ہے کہ بعض عورتیں تا عمر کنواری رہ کر اپنے آپکو بعل کی نذر کر دیا کرتی تھیں ان عورتوں کو بعل کے مندر میں پروہتن بنا دیا جاتا تھا۔ عوام کا خیال تھا کہ ان مقدس عورتوں سے خدا رات کے وقت آسمان سے اتر کر ہمبستری کرتا ہے اس لئے مندر میں چارپائی پڑی رہتی تھی جسپر خدا سے ہم بستری کی خواہشمند پروہتن رات کو سو جاتی تھی۔ اور مندر کے پروہت اُن سے منہ کالا کرتے تھے۔ ہیرودوطوس نے مندر کی جس چارپائی کا ذکر کیا ہے وہ یہی چارپائی تھی جو اس خاص مقصد کے لئے رکھی ہوئی تھی۔

بعل کے مندر کی یہ بدکاریاں رنگ لائے بغیر نہ رہیں۔ آہستہ آہستہ تمام قوم میں عیاشی پھیل گئی۔ اور آخر کار اہل بابل یہاں تک بدکاریوں میں غرق ہو گئے کہ بابلی عورتوں (خواہ بادشاہ کی بیوی ہی کیوں نہ ہو) کے لئے یہ ضروری ہو گیا کہ اپنی عمر میں کم از کم ایک دفعہ ہر ایک عورت دیوی بلیتس (بعل کی بیوی) کے مندر میں جائے اور وہاں جو مرد اُسے ملے اُس سے ہم بستر ہو۔

تمام قوم بعل دیوتا کے پروہتوں کے اشاروں پر چلتی تھی۔ نذرانوں سے بعل کے مندر کے تمام خزانے لبریز ہو گئے تھے۔ تمام بابل کی حسین عورتیں اُنکی نفسانی خواہشوں کے پورا کرنے کو فخر سمجھتی تھیں۔ اور اس کا نتیجہ صاف تھا کہ قوم بزدل۔ عیاش اور بے غیرت ہو کر تباہ اور برباد ہو گئی۔

بعض مورخوں کی رائے ہے "برج بابل" بعل کے مندر کا ہی دوسرا نام ہے۔ لیکن بعض کا خیال ہے کہ "برج بابل" یا "برس نمرود" ایک الگ عمارت تھی جو بورسپہ میں واقع تھی۔ اس لئے برج بابل کے متعلق ایک کتبہ کا ترجمہ اور اس کا مختصر سا ذکر بھی اس جگہ ناموزوں نہ ہوگا۔

* * * * * * * * *

مسٹر میکلا کی جغرافیائی اور تاریخی لغات جلد ۱ صفحہ ۲۴۹۔

بُرج بابل یا بیرس نمرود

بُرج بابل سات منزل بلند تھا۔ اس کی ساتوں منزلیں مختلف اللون بنائی گئی تھیں جو سات ستاروں سے منسوب تھیں۔ (۱) سب سے نچلی منزل سیاہ تھی جو زحل کے لئے تھی۔ یہ منزل مربع شکل کی تھی اور اسکا ہر ایک ضلع ۲۷۲ فٹ تھا۔ (۲) دوسری منزل مشتری کے لئے تھی اور اسکا رنگ نارنجی تھا۔ (۳) تیسری منزل سُرخ اور مریخ کے لئے مخصوص تھی۔ (۴) چوتھی منزل کا رنگ سنہری تھا۔ اور اُسکو سورج سے منسوب کیا گیا تھا۔ (۵) پانچویں منزل زرد تھی جو زہرہ کی علامت خیال کی جاتی تھی۔ (۶) چھٹی منزل نیلی تھی اور اُسکا تعلق عطارد سے بیان کیا جاتا تھا۔ (۷) ساتویں منزل سفید اور چاند کی خیال کی جاتی تھی۔

بابل کے کھنڈر دیکھکر اس بات کا اندازہ کرنا کہ برج نمرود کا کھنڈر کونسا ہے بہت مشکل ہے کیونکہ یہ تمام کھنڈر قریباً یکساں اور بڑی بڑی جسامت کے اور ایک دوسرے سے فاصلہ پر واقعہ ہوئے ہیں۔

نیبوہر[1] - ریچ اور مگنان[2] جس کھنڈر کو برج بابل تصوّر کرتے ہیں وہ ایک مستطیل شکل کا تودہ ہے

---

[1] نیبوہر کارسٹن ڈنمارک کا باشندہ تھا ۱۷ مارچ ۱۷۳۳ء میں مقام لوڈنگ ورتھ ایک معمولی کسان کے گھر پیدا ہوا۔ مدت تک کھیتی باڑی کا کام کرتا رہا۔ اسکو ریاضی کا شوق تھا ایک اُستاد سے ریاضی سیکھنا شروع کی انہیں دنوں ڈنمارک کے بادشاہ فریڈرک پنجم نے ماہرین علم الآثار کی ایک مہم مصر عرب اور سیریا کی طرف بھیجی۔ اُستاد نے اُسکو اس مہم کے ساتھ کر دیا۔ یہ اس مہم کے ساتھ مصر یمن وغیرہ ممالک کی خاک چھانتا ہوا ایک جہاز پر سوار ہو کر بمبئی پہنچا۔ سفر کی صعوبات میں اُسکے تمام ہمراہی مر چکے تھے۔ یہ دو ماہ بمبئی میں گذار کر مسقط۔ بوشہر۔ شیراز۔ طلطیجہ۔ بغداد اور موصل کے کھنڈر کا تماشا دیکھتا ہوا گھر کیطرف روانہ ہوا۔ نومبر ۱۷۶۷ء کو کوپن ہیگن پہنچکر اس نے اپنے تمام نتائج سفر ۴ جلد میں مرتب کئے۔ ۲۶ اپریل ۱۸۱۵ء کو بمقام ملڈورف مر گیا۔

[2] کپتان رابرٹ مگنان ایک انگریز سیاحِ عراق عرب جس نے ۱۸۲۶ء میں بابل و نینوہ کی کھنڈرات کی چھان بین کر کے اُسکی نتائج کو ایک کتاب کی صورت میں شائع کیا۔ بابل وغیرہ پر جو کتابیں زمانہ حال میں لکھی گئی ہیں اُن میں مگنان کا خاص حصّہ ہے۔ دیکھو مگنان کی کتاب ص ۱۱۱ - ۲۴۶۔

جو رقبہ میں ۷۶۲ گز کے قریب ہے۔ یہ تودہ مغربی پہلو پر ۸۹ ۱ فٹ بلند ہے۔ اور اسکی چوٹی پر ۳۷ فٹ بلند اینٹوں کا ایک ڈھیر لگ رہا ہے کیونکہ یہ تمام وکمال اینٹوں کا بنا ہوا تھا۔

بیرنمرود (برج بابل) کو "عبادت گاہ ہفت سیارگاں" بھی کہتے تھے اور اسی کو "سٹوریز آف اینگ اوٹ" کا مصنف "بجائے اختلاف زبان" خیال کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ اہل بابل کے موسومہ نام بورسپہ[۵۱] یا بار رپہ کے معنی "برج زبانہا" کے ہیں ڈاکٹر اوپرٹ[۵۲] لکھتا ہے:۔ اس مندر کی بنیاد بہت مضبوط یعنی چھ سو فٹ بابلی عریض اور ۷۵ افٹ بلند ہے جس پر سات منزلیں ۲۵-۲۵ فٹ کی تعمیر کی گئی تھیں۔ یہاں بخت نصر کا ایک کتبہ ملا ہے جس میں اس عمارت کا ذکر ہے۔ اس نے اسکا نام "زمین کی سات روشنیوں یعنی سیاروں کا مندر" رکھا تھا چوٹی پر نیبو کا مندر تھا اور سب سے نیچے دیوتا سن یعنی چاند یا مہینوں کے دیوتا کا۔

بخت نصر کے کتبہ کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

"بخت نصر۔ بابل کا بادشاہ۔ لوگوں کا محافظ۔ میرودخ[۵۳] کی لازوال شفقت کی تصدیق کرنیوالا۔ زبردست بادشاہ۔ نبو کی تمنا کرنے والا، نجات دہندہ، دانا مرد، خداوند برتریں کے حکموں پر ہمہ تن گوش، بے عیب خلیفہ، ہرم اور ملیار کا مرمت کرنیوالا، نبوپلاسر کا بزرگترین فرزند، بابل کا بادشاہ،

---

[۵۱] بورسپہ شہر بابل کے نواح میں ایک قصبہ تھا۔ جہاں ایک یونیورسٹی بھی تھی۔

[۵۲] مشہور عالم علم الآثار ۹ جولائی ۱۸۲۵ء کو بمقام ہمبرگ (جرمنی) پیدا ہوا۔ مذہبًا اور نسلًا یہودی تھا۔ ۱۸۵۲ء میں اس نے ماہران علم الآثار کے ایک وفد کے ساتھ عراق عرب کا سفر کیا اور اپنے سفر کے نتائج کو ۱۸۶۳ء میں ایک نہایت مفید کتاب کی صورت میں شائع کیا۔ اسیریا، بابلیہ اور میڈیا وغیرہ کی قدیم زبانوں کے علاوہ سنسکرت کا بھی عالم تھا۔

[۵۳] میرودخ بعل کا اصل نام تھا۔ یہ خاص بابل کا دیوتا تھا اور سورج کا اوتار یا عکس سمجھکر اسکی پوجا کی جاتی تھی کہ نبو بابلیوں کا ایک دیوتا تھا جسکو نبی یا معلم سمجھا جاتا تھا۔

بُرج بابل یا بیرس نمرود

بُرج بابل سات منزل بلند تھا۔ اس کی ساتوں منزلیں مختلف اللّون بنائی گئی تھیں جو سات ستاروں سے منسوب تھیں۔ (۱) سب سے نچلی منزل سیاہ تھی جو زحل کے لئے تھی۔ یہ منزل مربع شکل کی تھی اور اسکا ہر ایک ضلع ۲۷۲ فٹ تھا۔ (۲) دوسری منزل مشتری کے لئے تھی اور اسکا رنگ نارنجی تھا۔ (۳) تیسری منزل سُرخ اور مریخ کے لئے مخصوص تھی۔ (۴) چوتھی منزل کا رنگ سنہری تھا۔ اور اُسکو سورج سے منسوب کیا گیا تھا۔ (۵) پانچویں منزل زرد تھی جو زہرہ کی علامت خیال کی جاتی تھی۔ (۶) چھٹی منزل نیلی تھی اور اُسکا تعلق عطارد سے بیان کیا جاتا تھا۔ (۷) ساتویں منزل سفید اور چاند کی خیال کی جاتی تھی۔

بابل کے کھنڈر دیکھکر اس بات کا اندازہ کرنا کہ بُرج نمرود کا کھنڈر کونسا ہے بہت مشکل ہے کیونکہ یہ تمام کھنڈر قریباً یکساں اور بڑی بڑی جسامت کے اور ایک دوسرے سے فاصلہ پر واقعہ ہوئے ہیں۔

نیبوہر[1]۔ ریچ اور مگنان[2] جس کھنڈر کو بُرج بابل تصوّر کرتے ہیں وہ ایک مستطیل شکل کا تودہ ہے

---

[1] نیبوہر کارسٹن ڈنمارک کا باشندہ تھا ۱۷ مارچ ۱۷۳۳ء میں مقام لیڈنگ ورتھ ایک معمولی کسان کے گھر پیدا ہوا تھا۔ مدت تک کھیتی باڑی کا کام کرتا رہا۔ اسکو ریاضی کا شوق تھا ایک استاد سے ریاضی سیکھنا شروع کی انہیں دنوں ڈنمارک کے بادشاہ فریڈرک پنجم نے ماہرین علم الآثار کی ایک مہم مصر عرب اور سیریا کی طرف بھیجی۔ استاد نے اُسکو اس مہم کے ساتھ کر دیا۔ یہ اس مہم کے ساتھ مصر یمن وغیرہ ممالک کی خاک چھانتا ہوا ایک جہاز پر سوار ہوکر بمبئی پہنچا۔ سفر کی صعوبات میں اسکے تمام ہمراہی مر چکے تھے۔ چودہ ماہ بمبئی میں گذار کر یہ مسقط۔ بوشہر۔ شیراز۔ قسطنطنیہ۔ بغداد اور موصل کے کھنڈر کا تماشا کرتا گھر کیطرف روانہ ہوا۔ نومبر ۱۷۶۷ء کو کوپن ہیگن پہنچکر اس نے اپنے تمام نتائج سفر تین جلدوں میں مرتب کئے۔ ۲۶ اپریل ۱۸۱۵ء کو بمقام میلڈورف مرگیا۔

[2] کپتان رابرٹ مگنان ایک انگریز سیاح عراق عرب جس نے ۱۸۲۷ء میں بابل و نینوہ کے کھنڈرات کی چھان بین کرکے اُسکی نتائج کو ایک کتاب کی صورت میں شائع کیا۔ بابل وغیرہ پر جو کتابیں زمانہ حال میں لکھی گئی ہیں اُن میں مگنان کا خاص حصہ ہے۔ دیکھو مگنان کی کتاب صفحہ ۲۳۶۔

جو رقبہ میں ۲۶۲ ۷ گز کے قریب ہے۔ یہ تو وہ مغربی پہلو پر ۹۸ ۱ فٹ بلند ہے۔ اور اسکی چوٹی پر ۳۷ فٹ بلند اینٹوں کا ایک ڈھیر لگ رہا ہے کیونکہ یہ تمام وکمال اینٹوں کا بنا ہوا تھا۔

بیرنمرود (برج بابل) کو "عبادت گاہ ہفت سیارگاں" بھی کہتے تھے اور اسی کو "سٹونز کرائی اِنگ اوٹ" کا مصنف "ہمائے اختلاف زبان" خیال کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ اہل بابل کے موسومہ نام بورسپہ[۵۱] یا باررپہ کے معنی "برج زبانہا" کے ہیں ڈاکٹر اوپرٹ[۵۲] لکھتا ہے:- اس مندر کی بنیاد بہت مضبوط یعنی چھ سو فٹ بابلی عریض اور ۷۵ ۱ فٹ بلند ہے جس پر سات منزلیں ۲۵-۲۵ فٹ کی تعمیر کی گئی تھیں۔ یہاں بخت نصر کا ایک کتبہ ملا ہے جس میں اس عمارت کا ذکر ہے۔ اس نے اسکا نام "زمین کی سات روشنیوں یعنی سیاروں کا مندر" رکھا تھا چوٹی پر نیبو کا مندر تھا اور سب سے نیچے دیوتا سن یعنی چاند یا مہینوں کے دیوتا کا۔

بخت نصر کے کتبہ کا ترجمہ حسب ذیل ہے:-

"بخت نصر - بابل کا بادشاہ - لوگوں کا محافظ - میروداخ[۵۳] کی لازوال شفقت کی تصدیق کرنیوالا - زبردست بادشاہ - نبو[۵۴] کی شفا کرنے والا، نجات دہندہ، دانا مرد، خداوند برترین کے حکموں پر ہمہ تن گوش، بے عیب خلیفہ، ہرم اور مینار کا مرمت کرنیوالا، نبو پلاسر کا بزرگترین فرزند، بابل کا بادشاہ،

[۵۱] بورسپہ شہر بابل کے نواح میں ایک قصبہ تھا۔ جہاں ایک یونیورسٹی بھی تھی۔

[۵۲] مشہور عالم علم الآثار ۹ جولائی ۱۸۲۵ء کو بمقام ہمبرگ (جرمنی) پیدا ہوا۔ مذہبا اور نسلاً یہودی تھا۔ ۱۸۵۲ء میں اس نے ماہران علم الآثار کے ایک وفد کے ساتھ عراق عرب کا سفر کیا اور اپنے سفر کے نتائج کو ۱۸۶۲ء میں ایک نہایت مفید کتاب کی صورت میں شائع کیا۔ اسیریا، بابل اور میڈیہ وغیرہ کی قدیم زبانوں کے علاوہ سنسکرت کا بھی عالم تھا۔

[۵۳] میروداخ بعل کا اصل نام تھا۔ یہ خاص بابل کا دیوتا تھا اور سورج کا اوتار۔ انکی پوجا کی جاتی تھی [illegible] نبو بابلیوں کا ایک دیوتا تھا جسکو نبی یا معلم سمجھا جاتا تھا۔

"ہم کہتے ہیں سرگ ناک میرودخ نے مجھے پیدا کیا ہے اُس نے اپنی عمارت کی مکرر تعمیر کا مجھے حکم دیا ہے نبو اپنی اور سماوی افواج کے محافظ نے میرے ہاتھوں کو عنایت انصاف عطا فرمایا ہے۔"

"ہرم ارض، سما کا مندر، دیوتاؤں کے سردار میرودخ کی جگہ - جائے اہتمام اور اس کی آرامگاہ ہے میں نے اسکو چمکنے والے سونے سے گنبد کی شکل میں سجایا۔"

"بیبار، ابدی گھر، میں نے اسکو دریافت کرکے تعمیر کیا - میں نے اس کی شان وشوکت کو چاندی - سونے - اور دیگر فلزیات، پتھروں، مینا کار اینٹوں، حنا اور صنوبر سے مکمل کیا ہے۔"

"سطح ارض کا اوّلین گھر، بابل کی بلندترین یادگار، میں نے اسکو تعمیر اور ختم کرکے اس کی چوٹی کو مستی اینٹوں سے شاندار بنا دیا ہے۔"

"ہم دوسرے یعنی اس گنبد کا ذکر کرتے ہیں جو زمین کی سات روشنیوں کا گھر اور بورسپہ کی نہائیت قدیم یادگار ہے - ایک سابقہ بادشاہ نے اسکو تعمیر کیا تھا (۴۲ زمانہ پیشتر) لیکن اس نے اس کی چوٹی کو مکمل نہ کیا تھا - عرصہ دراز سے لوگوں نے اسکو فراموش کر رکھا تھا - . . . . اسوقت سے بھونچال اور رعد نے اس کی دھوپ سے خشک شدہ مٹی کو بکھیر دیا - بیرونی اینٹیں پھٹ کر گرپڑیں اور اندرونی مٹی بکھرے ہوئے تودوں میں مبدل ہوگئی - دیوتائے بزرگ میرودخ نے میرے دل میں اس عمارت کو مرمت کرنیکا ولولہ اٹھایا - میں نے اسکی جگہ تبدیل کی اور نہ ہی اس کے بنیادی پتھر کو سرکایا - ایک مبارک مہینہ کے مبارک دن میں نے خام اینٹوں کے ڈھیروں کے اردگرد جلوخانوں کو تعمیر کرانا شروع کیا اور اسے ویسا ہی مدور بنایا - میں نے جلوخانوں کے کتبہ میں اپنے نام کا کتبہ نصب کرایا اس کے ختم کرنے اور اس کی چوٹی کے سجانے میں میں نے اپنا ہاتھ لگایا جیسا کہ یہ ازمنہ ماضی میں تھا - اسی طرح میں نے اسکی بنیاد رکھکر اس کو بنایا - اس کی چوٹی کو بھی اسی طرح مزین کیا جیسے کہ وہ ایام قدیم میں تھی۔"

"اے مو، آپ اپنے بیٹے، حکمراں جو میرودخ کو خوش رکھتا ہے، میری حکومت کو برقرار رکھنے کے لئے میرے کاموں کا سازگار بن۔ مجھے لازوال عمر، سات گنا اولاد، تخت حکومت کا استحکام، میری تلوار کو طاقت، دشمنوں سے امن اور ممالک پر فتح و نصرت عطا فرما، اپنی لازوال فہرستوں کے گوشے میں، جو کہ آسمان اور زمین کی قسمتوں کو مقرر کرتی ہیں، میرے ایام کی رفتار کو برکت عطا فرما، اور میری نسل کی کثیر الاولادی تحریر کر،

"اے میرودخ آسمان و زمین کے بادشاہ، اپنے باپ کی جس نے تجھے جنا، روشن پر اپنی عمارتوں کو برکت اور حکومت کو استحکام عطا فرما، بخت نصر، بادشاہ، مرمت کنندہ، تیری نظروں میں رہے[1]۔"

چند سال ہوئے کہ اخبار لندن ٹائمز کے نامہ نگار نے برلن سے لکھا تھا۔

"جرمن کی اورینٹ سوسائٹی نے بابل میں گذشتہ سال کھدائی کے وقت مینارہ بابل کے آثار دریافت کئے ہیں۔ کھدائی کرنیوالوں کو تین پایوں کی ایک عظیم الشان سیڑھی ملی ہے جسکی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ برج کی پہلی منزل کا زینہ ہوگا"

بخت نصر کا محل

بعل کے مندر سے دوسرے درجہ پر بخت نصر کا محل تھا جس کی تعمیر اور زینت پر کروڑوں روپے خرچ ہوئے ہونگے۔ اس کی تعمیر کا کام بخت نصر کے باپ نبوپلاسر نے شروع کیا تھا۔ بخت نصر نے اسکا نام "نسل انسانی کا حیرت انگیز کارنامہ" رکھا تھا۔ اگرچہ اسکا نقشہ ایسے وقت میں کھینچنا جبکہ اس کے کھنڈر بھی اپنی اصلی شکل میں نہ رہے ہوں بہت مشکل ہے لیکن متجسسین نے دبے ہوئے کھنڈروں کو کھود کر جو کچھ اسکا نقشہ بیان کیا ہے وہ نذر ناظرین کیا جاتا ہے۔

یہ محل اندرون قعلہ واقع تھا۔ اب اس کی صرف بنیاد باقی رہگئی ہے جو مربع

---

[1] سیٹونز کرانکنگ اوٹ ملت ۱۹۶۱ء - ۲۶۳

اینٹوں کی بنی ہوئی ہے۔ نیچے کے رُخ کی ہر اینٹ پر بادشاہ کا لقب اور نام کندہ ہے
اس محل میں کئی سو حجرے اور کمرے ہیں بعض کمرے عرض و طول میں صرف ایک
چارپائی کے برابر ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ کمرہ جو سب سے بڑا ہے اور جسمیں ایک
مرتفع چبوترہ اینٹوں کا ہے بادشاہ کے دربار کا کمرہ ہوگا۔ اس محل اور بعل کے مندر
کے درمیان ایک گذرگاہ ہے جو نہایت متبرک سمجھی جاتی۔ اس گذرگاہ میں مقدس
دیوتاؤں کی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ اس دروازہ کا نام جو اس متبرک گذرگاہ کی طرف
سے محل کو تھا "اشتر" تھا۔ اس دروازہ کی اصل بلندی کا حال تو معلوم نہیں۔ مگر
اسوقت بھی رستہ کی سطح سے ۴۰ فٹ بلند ہے۔ دیواروں پر جو پختہ اینٹوں کی ۱۲ فٹ
طویل اور عریض ہیں۔ بیل۔ شیر۔ اژدہے اور دیگر عجیب و غریب جانوروں کی شکلیں
اُبھری ہوئی بنی ہیں۔ یہ اُبھری ہوئی تصویریں چینی کی قلعی کی ہوئی اینٹوں کی ہیں
ان کے مختلف رنگوں مثلاً زرد۔ نیلے اور سفید کے لئے ہر ایک اینٹ علیحدہ علیحدہ
تیار کی گئی ہے لیکن انکو ایکدوسری سے اس طرح وصل کیا گیا ہے کہ پوری تصویر ایک ہی
اینٹ کی معلوم ہوتی ہے اور انکا رنگ اسوقت تک ایسا شفاف اور روشن ہے کہ گویا
ابھی بنکر تیار ہوئی ہیں۔

اس محل میں جو خاص خلوت کا کمرہ تھا اُسکا طول و عرض ۱۵ × ۲۷ فٹ ہے اس
کمرہ کا دروازہ کمرہ کی بلندی کے تین چوتھائی تک چلا گیا ہے۔

محل کی جنوبی دیوار کے سامنے خالص سفید سنگ مرمر پر اعلےٰ درجہ کے سنگین مجسمے
نصب تھے جنپر بخت نصر کے زمانہ کی تاریخ کندہ ہے۔

محل کے ایک طرف ایک کمرہ ایسا بھی ہے جسمیں فرصت کیوقت جلسہ ہائے عیش و
عشرت منعقد ہوتے تھے۔ اس کمرۂ عیش یا محل عیش میں بخت نصر کا ایک مجسمہ ایسی
حالت کا ہے جبکہ وہ اپنے بعض افسروں کو احکام دے رہا ہے۔ یہ مجسمہ ۲۴ فٹ طویل
و ۱۳ فٹ عرض میں ہے۔ اور خیال کیا جاتا ہے کہ اسکا وزن ۶ ہزار ۳ سو ۸۰ من ہوگا
جرمن متجسسین نے سلطان عبدالحمید خاں کے زمانہ میں جب اس محل کو کھودکر نکالا ہے

تو وہ اس کے کمروں اور حجروں میں بسر کرنے لگے۔ ایک کمرے میں انہوں نے دیکھا کہ سونے کے مجسموں۔ سونے چاندی اور تانبے کے سکوں کا ایک بہت بڑا ڈھیر پڑا ہوا ہے۔ اس کمرے کے بائیں طرف کے حصے میں مختلف الکیفیت نامعلوم اشیائے نادرہ سے بھرپور ہیں۔ ان میں سے کئی ایک منقش و کتبہ کردہ ہیں۔ بعض پر صرف معاہدات ٹھیکہ کی لوحیں رکھی ہیں۔ بعض میں مختلف شہروں کے عہدناموں اور معاہدوں کے دستاویز ہیں۔ بعض میں شرعی دستور قوانین حکمرانوں کے آئینی مسودے ہیں اور کئی ایک میں بیش بہا تاریخی واقعات درج ہیں۔ انہیں کمروں میں سے ایک کمرہ میں ایک زرنگی عقاب طلائی ایک برنجی چوکی پر کھڑا ہے لیکن افسوس کہ اس کے بازو ٹوٹ کر گر چکے تھے۔

مسٹر اسمتھ کا بیان ہے کہ انہوں نے محل کے کھنڈرات میں دو لائبریریوں کے نشانات معلوم کئے ہیں[1]

ان نادر اشیاء کا ایک ایسے محل میں لوگوں کی نظروں سے بچکر پڑے رہنا جنہوں نے اسکو لوٹ گھسوٹ کر تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی ہو تعجبات زمانہ سے ہے لیکن شائد خداوندکریم نے متاخرین کی عبرت کے لئے ان اشیاء کو بچا رکھا ہو۔ تاکہ وہ اس سے عبرت حاصل کر کے اپنی طاقت پر پہلوں کی طرح مغرور نہ ہو جائیں لیکن سرکش انسان نے اس سے کچھ بھی عبرت حاصل نہ کی۔ اور اس میں آج بھی وہی کبر و غرور موجود ہے جس نے پہلی قوموں کو تباہ و برباد کر دیا تھا فاعتبروا یا اولی الابصار

غرضیکہ یہ تھا وہ مشہور محل جو باوجود کئی بار کی تاخت و تاراجی اور غارتگری کے آج بھی اپنے ملبہ اور عجائبات کے لئے دنیا میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ لیکن ساتھ ہی آپکو یہ سُن کر سخت حیرت ہوگی کہ اس محل کو بخت نصر نے صرف پندرہ یوم میں تیار کروایا تھا۔

* * * * * * * * * * * *

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۳ صفحہ ۱۸

گلشن آویزان یعنی ہوائی باغ

بخت نصر اعظم رحمہ نے شہر بابل کو اس عروج پر پہنچایا کی بیوی آی طلیس تنا جو میڈیا کی بیٹی تھی۔ جو میڈیا کی پہاڑی فضا اور اس کی وادیوں کی دلفریبیوں کی از حد شیدا تھی اب اُس کی یاد میں ملول دیکھ کر بادشاہ نے ارادہ کیا کہ بابل ہی میں شاہی محل کے پاس وہی کوہستانی دل چسپیاں پیدا کی جائیں جن کی یاد میں ملکہ گھلی جاتی ہے۔ چنانچہ قصر ہی میں ایک مربع قطعہ زمین پسند کیا گیا جس کا رقبہ چار ایکڑ بیان کیا جاتا ہے۔

اس قطعہ زمین پر چاروں طرف بڑی بڑی محرابوں کا ایک حلقہ بنایا گیا۔ پھر اُن محرابوں پر ویسی ہی محرابوں کا ایک اور دور تیار کیا گیا۔ پھر اُن محرابوں پر اور محرابیں قائم کیں۔ یہاں تک کہ محرابوں کی یہ مصنوعی پہاڑی ہوتے ہوتے ۷۵ فٹ بلند ہو گئی۔ ان محرابوں کی مضبوطی کا اندازہ اسی سے لگ سکتا ہے کہ انکے باروؤں کی دیواریں ۹-۹ گز چوڑی رکھی گئی تھیں۔

جب یہ محرابیں تیار ہو چکیں تو اُنپر بڑی بڑی اینٹوں سے چھت پاٹی گئی پھر اس چھت پر سیسے کی مضبوط چادریں بچھا دی گئیں۔ اور اُن پر اسقدر مٹی ڈالی گئی کہ نہ صرف معمولی پودوں بلکہ بڑے بڑے درختوں کے لئے بھی کافی ہو سکے۔

اس مصنوعی پہاڑی کے بیرونی رُخ پر۔ میں سے چوٹی تک زینے بنائے گئے تھے۔ جب اس مصنوعی پہاڑی کا کام ختم ہو چکا تو اسپر بارہ دریاں۔ فوارے۔ حمام سرد خانے اور باج گھر وغیرہ تیار کرائے گئے۔ قسم قسم کے خوبصورت۔ دلآویز اور نظر فریب پھولوں کے پودے اور بڑے بڑے عظیم الشان پھلدار درخت لگائے گئے۔ دریائے فرات پر ایک عظیم الشان مشین لگا کر دریا کا پانی اس پہاڑی پر پہنچایا گیا جس سے نہروں اور آبشاروں کے سرمست و بیخود کر نیوالے نظارے موجود ہو گئے تھے۔

تھوڑے ہی عرصہ میں یہ باغ رشک جناں بنگیا۔ اور اس میں وہی دلآویزی اور وہی نظر فریب نزہت افزا اور فرحت بخش نظارے پیدا ہو گئے جو قدرت نے

ایسی نیاسیوں سے بعض نہایت ہی سرسبز و شاداب اور دلفریب کوہستانی وادیوں کو عطا کر رکھے ہیں۔ بعض ... ان باغات کا بانی ملکہ سمی رامس کو خیال کرتے ہیں۔[۵]

ان ہوائی باغوں کا ذکر سی ڈایوڈورس اور سٹرابو کی کتابوں میں پایا جاتا ہے اور ہیرو ڈوٹس انکی بابت بالکل خاموش ہے۔ اس نے کمسٹر میکلا اپنی مشہور لغات میں لکھتا ہے :-

"سٹرابو جو ان باغوں کا ذکر کرتا ہے وہ خود کبھی بابل میں نہیں گیا اس لئے ضروری ہے کہ اس نے دوسروں سے سنکر لکھا ہوگا × × × × × × لیکن یہ مان لینا بڑا مشکل ہے کہ اگر یہ باغ واقعی ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے کہ بیان کئے جاتے ہیں تو ہیرو ڈوٹس جیسے محقق کی نظروں سے بچ رہتے × × × × غرضیکہ بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ یا تو ان باغوں کا سرے سے وجود ہی نہ تھا یا اُن میں کوئی ایسی جدت یا عجیب نظر بات ذاتی تھی کہ ہیرو ڈوٹس انکا ذکر ضروری سمجھتا۔ یا اس نے انہیں نا قابل التفات سمجھکر اُن کا ذکر تک نہ کیا۔"

بابل کا انجام

آخر وہ دن بھی آپہنچا کہ بابل جسکو شہروں کی ملکہ، اور عروس البلاد، کہا جاتا تھا، اپنے سے پہلے اور پچھلے بابلوں کی طرح جو تباہ ہو چکے ہیں، یا تباہ ہونیوالے ہیں برباد ہو جائے۔ اسکی سر بفلک قصر، اس کے حیرت انگیز گلستاں ہوئے ویران، اسکی مستحکم ترین چار دیواریاں، اس کے آسمان سے باتیں کرنیوالے مینار، اس کے مشہور عالم دیوتاؤں کے مندر، اور بڑی حیرت انگیز تزئین، عطر بیزی، استحکام، بلندی اور سجدہ گاہ خلائق ہونے کے اس بربادی سے نہ بچ سکے جو قدرت نے اس کے لئے مقرر کر رکھی تھی، اس کے وہی فصیل اور دریا کے پانی جو اس کے عروج کے زمانہ میں اس کی دشمنوں کے حملوں سے حفاظت کرتے تھے زوال کے زمانہ میں خوفناک دشمن بن گئے انہوں نے اس کی آب و ہوا کو متعفن کرکے زہریلی

---

[۵] پیوری مینز انسائیکلوپیڈیا جلد ا صفحہ ۴۱۱۔

کر دیا۔ تاکہ ان تباہیوں اور بربادیوں کے ساتھ ہی جو دشمنوں نے اسپر نازل کی تھیں، وہ انسانوں کے بسنے کے بھی قابل نہ رہے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آج اس مشہور و معروف شہر کی جگہ ایک پہاڑی ہے جس میں سے بڑی کوششوں کے بعد اس کی تباہ شدہ عمارتوں کے کھنڈر کھود کھود کر نکالے جا رہے ہیں اور جنکا کچھ ذکر "عجائباتِ بابل" کے عنوان سے آئندہ صفحوں میں آپ پڑھینگے ورنہ کئی صدیوں تک تو لوگوں کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ بابل کہاں دفن ہے۔

توریت اور دیگر کتب کو، جنمیں بابل کی بابت ایسے ایسے حیرت انگیز واقعات درج تھے، پڑھ پڑھکر بڑے بڑے یورپین علماء ہنس دیا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ یہ سب فسانے انسانی تخیل کی پیداوار ہیں جنہیں پریوں اور جنوں کی کہانیوں کی طرح توریت اور دیگر کتب میں لکھدیا گیا ہے۔ انہیں یقین ہی نہیں آتا تھا کہ ہزارہا سال پہلے بھی کبھی تمدن و تہذیب اسقدر ترقی کر چکے تھے کہ ایسے بڑے بڑے شہر آباد ہوں۔ ایسی عظیم الشان عمارتیں بن سکیں۔ ہاں وہ لوگ، جو مذہب کے پابند تھے اور جنہیں توریت کی صداقت پر یقین تھا وہ البتہ اس کے معتقد تھے اگرچہ ثبوت وہ پیش نہ کر سکتے تھے کہ ایسا عجیب و غریب شہر کبھی دریائے فرات کے کنارے آباد ضرور تھا۔ گو اسوقت اُسکا کوئی ثبوت نہیں ملسکتا۔ اور شاید کبھی اسکی نشانات بھی مل جائیں۔ چنانچہ انہیں خیالات کی بنا پر لوگوں نے کوششیں شروع کیں اور آخر بابل اور اس جیسے دیگر مدفون شہروں کے برآمد کرنے میں کامیاب بھی ہو گئے۔

عجائبات بابل

امریکن پروفیسر روجر فرماتے ہیں :-

یروشلم کی دنیاوی پرجوش زندگی کتنی ہی پُرعظمت کیوں نہ ہو، روم ضبط قوانین کے لئے کیسے ہی اعزاز کا مستحق کیوں نہ ہو اور لاثانی ایتھنز اپنی خوبصورتی کے سبب ان سب پر کتنا ہی فوق کیوں نہ لے جائے۔ مگر قوت متخیلہ کے روشن کرنے میں بابل کے سامنے سب ہیچ ہیں۔

اپنی اس تمام دکمال تباہی کے لحاظ سے بھی بابل ایسا ہی بے حد عبرت فزا ہے جیسا کہ وہ اپنے جاہ وجلال کے زمانہ میں اعلے درجہ کا عظمت انتما تھا۔ بابل کے کھنڈر بھی بالکل لاثانی ہیں کیونکہ روئے زمین پر اور کہیں بھی ایسے کھنڈر نہیں پائے جاتے۔ تباہی اور بربادی نے بھی ایسا پورا پورا کھ صاف کیا ہے کہ جب کوئی مسافر اس جگہ پہنچتا ہے جہاں یہ عظیم الشان شہر آباد تھا جسکی شہر پناہوں، محلات اور گلشن ہائے آویزاں نے (قدیم یونانی مورخ) ہیرودوٹس کو متحیر کر دیا تھا تو اُسے وہاں سوائے ایک سو بیس فٹ بلند پہاڑی کے جس کے دامن میں شکستہ مکانوں کی سیکڑوں ٹیلا ریزہ ہوں کچھ بھی نظر نہیں آتا۔

دنیا بھر میں نہایت ہی حیرت انگیز اور دلکش کھنڈر

لیکن غور کی نگاہوں سے دیکھتے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ اور نیز اس کے آس پاس کی بہت سی چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تباہ شدہ عمارات کے کھنڈروں سے بنی ہوئی ہیں جنپر ہزارہا سال تک ہوا اپنے ساتھ ریگستان کے صحراؤں سے ریت لا لا کر ڈالتی رہی ہے۔ تھوڑے سے فاصلہ سے کوئی یہ منظر رفع نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ بلندیاں بالکل قدرتی پہاڑیاں معلوم ہوتی ہیں لیکن پاس پہنچتے ہی سراب کا یہ پردہ اٹھ جاتا ہے۔ چٹانیں اور دراڑ نظر آنے لگ جاتے

ہیں جنہیں شکستہ برتنوں کے ڈھیر اور عہد عتیق کی دبو قامت دیواروں در سرنگوں میناروں کا ملبہ دکھائی دیتے ہیں۔ یہ نظارہ اگرچہ غم افزا اور حسرت آمیز ہے لیکن ایسا مؤثر اور دلکش ہے کہ اس کے بیان کرنے سے زبان و قلم قاصر ہیں۔

آج تک اس دلچسپ سوال کا کوئی بھی صحیح صحیح تصفیہ نہیں کر سکتا کہ۔

" بابل کے ان وسیع میدانوں میں پھیلے ہوئے کھنڈروں میں وہ مقام کونسا ہے۔ جہاں بابل کا برج تعمیر کیا گیا تھا ؟ "

اہل عرب اپنی روایتوں کے مطابق بڑے دعوے سے اس کی جگہ پہاڑی کی اس چوٹی کو بیان کرتے ہیں جہاں بخت نصر کا محل تھا۔

آج کل اس پہاڑی کی چوٹی پر سب سے دلکش جو چیز ہے وہ ایک دلفریب متبرک اور سرکردہ کھنڈر ہے جسے نمرود کا محل کہتے ہیں۔ زمانہ قدیم کے سیاحوں کا گمان ہے کہ یہ مینار بابل کا کھنڈر ہے۔ بعض سیاحوں کے خیال میں اس جگہ بعل کا عظیم الشان اور ممتاز ترین مندر تھا۔

یہ صاف اور زرد ڈھیر بلاشبہ ایک دلچسپ چیز ہے اس کی بلندی ۱۹۸ فٹ ہے۔ چوٹی پر اینٹوں کا ایک بڑا چبوترہ سا بنا ہوا ہے۔ جسکا طول ۳۷ فٹ اور عرض ۲۸ فٹ ہے۔ بخت نصر کے زمانہ کے جاہ و جلال کی اس مؤثر یادگار کی بلندی سطح میدان سے ۲۳۵ فٹ ہے۔

میں اسے " بخت نصر کے زمانہ کا " اس لئے کہتا ہوں کہ اس عجیب و غریب عمارت کو اس عظیم الشان بادشاہ کے نام سے منسوب کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں کیونکہ ان لاکھوں اینٹوں پر جو لے یارڈ اور اس کے بعد کے متجسین نے اس کے اندر سے نکالی ہیں اسکا نام کندہ ہے۔

یسعیاہ نبی کی پیشگوئی بابل میں پوری ہوگئی

بابل اور اسیریا کے مختلف مندروں کے میناروں کی ابتدا ایک نہایت دلچسپ

روشنی ڈالی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد عتیق میں ہر ایک شہر میں دیگر تمام عمارتوں میں سے ایک عمارت سب سے بڑی بھی ہوا کرتی تھی۔ پنسلوینیا کی یونی ورسٹی کے عجائب گھر میں ایک لوح ہے جو محل نمرود سے دستیاب ہوئی تھی جس پر مینار کی تجدید تعمیر کی بابت بخت نصر کا مشہور و معروف فرمان کندہ ہے جس میں لکھا ہے :۔

"میں اس مینار کو اس لئے تعمیر کرا رہا ہوں کہ اس کی چوٹی آسمان تک پہنچ جائے"

اس سے صرف یہی نہ سمجھ لینا چاہئے کہ اسلاف اپنے مبالغہ آمیز خیالات میں انہیں سر بفلک عمارات ہی تصور کیا کرتے تھے بلکہ جیسا کہ پروفیسر ہلپریش نے حال میں ثابت کیا ہے یہ مینار اس خیالی پہاڑ کی مقامی نقل ہوا کرتی تھی جہاں کہ خیال میں دیوتا رہا کرتے تھے۔ اُن کی بنیادیں شفاف اور بے پایاں سمندر میں رکھی جاتی تھیں اور اُن کی چوٹیاں زمین آنو تک پہنچائی جاتی تھیں۔

برج بابل (بیرس نمرود) کی چوٹی پر چڑھ کر اِدہر اُدہر دیکھنے سے ایسا نظارہ دکھائی دیتا ہے جو دنیا میں اور کہیں نظر نہیں آ سکتا۔ شہر کے گرد و نواح میں میلوں تک ایک دلدل چلی گئی ہے۔

تباہ شدہ بابل کو دیکھکر یسعیاہ نبی کی اس پیشگوئی کی عظمت دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہتی کہ :۔

"بابل جو مملکتوں کی حشمت اور کسدیوں کی بزرگی کی رونق ہے۔ سدوم و عمورہ کی مانند ہو جائیگی جن کو خدا نے اُلٹ دیا۔ وہ ابد تک آباد نہ ہو گی اور پشت در پشت کوئی اس میں نہ بسیگا۔ وہاں ہر گز عرب لوگ خیمے استادہ نہ کرینگے اور وہاں گڈریئے گلوں کو نہ بٹھائیں گے۔ پر بن کے جنگلی درندے وہاں بیٹھینگے اور اُن کے گھروں میں اُلّو بھرے ہونگے۔ وہاں شتر مرغ بسینگے اور بن بکرے وہاں کودینگے۔ اور گیدڑ اُس کے عالیشان مکانوں میں اور بھیڑئے

اُن کے محلوں میں چلائیں گے" (یسعیا باب ۱۳۔ آیت ۱۹ تا ۲۲)
یہانتک کہ لے یارڈ بھی اِن جذبات کو نہ دبا سکا اور اس نے بھی مجبوراً اس پیشگوئی کو لکھ ہی دیا۔ سبز جھاڑی دار دلدلوں میں کہیں کہیں ہتل جزیرہ زمین کا کوئی کوئی ٹکڑا بھی نظر آتا ہے، جنپر بیٹھے، چمڑے اور کیچڑ کے بنے ہوئے چند بدوضع جھونپڑے ہیں۔ بھینسوں کے گلے اِدہر اُدہر پھرتے دکھائی دیتے ہیں۔ عرب اپنی ہلکی ہلکی کشتیوں میں سوار ہوکر دلدلوں میں چکر لگاتے ہیں۔ دور پرے جنوب مغربی افق پر الیشیا کی مقدس جگہ حزقیل نبی کا روضہ ہے۔ جہاں زائروں کی بھیڑ بھاڑ لگی رہتی ہے۔ یہ مشہور مقبرہ دریائے فرات کے کنارے کھجوروں کے ایک جھنڈ میں واقع ہے۔ ایک لیمپ برابر مقبرہ پر جلتا رہتا ہے اور یہودی زائروں کے بیان کے مطابق یہ اُسی دن سے جل رہا ہے جبکہ نبی موصوف نے اسے اپنی زندگی میں جلایا تھا۔

بابل کے کھنڈر اس قدر وسیع ارضی میں پھیلے ہوئے ہیں کہ اُن کی صحیح حدود بتانا بہت مشکل ہے۔ اس قدیم شہر کی وسیع ارضی کے ایک حصہ اور اس کے نواح میں آجکل وہ مشہور و دلفریب شہر آباد ہے جسے حلّہ کہتے ہیں۔

حلّہ دریائے فرات کے دونوں کناروں پر آباد ہے اور دریا کے جسکا عرض اس جگہ پانچسو فٹ ہے، دوسرے کنارہ جانے کے لئے ایک پل بنا ہوا ہے۔ یہ شہر بغداد سے ساٹھ میل کے فاصلہ پر ہے اور اس کی آبادی جو گذشتہ سالوں میں حیرت انگیز ترقی کر گئی ہے اب سترہ ہزار ہے۔

بابل کا از سرِ نو جاہ و جلال

سب لوگ مسلمان ہیں یا یہودی۔ قریباً تمام سیاح عراق عرب میں سفر کرتے ہوئے حلّہ میں ضرور ٹھیرتے ہیں کیونکہ یہاں سے وہ بابل کے کھنڈروں کو دیکھنے جاتے ہیں۔ جن دنوں لے یارڈ حلہ میں تھا اس کی آبادی صرف آٹھ ہزار کی تھی حالانکہ

گذشتہ نصف صدی میں وہ کم سے کم دگنی ہوگئی ہے - زیادہ آبادی عربوں کی
ہے جو یہاں آباد ہو گئے ہیں۔ لیکن ابھی تک صحرائی خانہ بدوش بدوؤں کے تمام
اوصاف ان میں پائے جاتے ہیں - حلہ کے گرد و نواح کے قدیم وسطی کے
کھنڈروں، خوبصورت عالیشان مسجدوں اور شاہانہ عمارتوں سے معلوم ہوتا ہے
کہ چند صدیاں پیشتر کوئی نیا اور پرشوکت بابل بھی آباد ہوا تھا جو ترکی سلطنت کے
زوال کے ساتھ ساتھ ہی برباد ہو کر رہ گیا-

حلہ کے سوداگر خوبصورت بازاروں میں ہر قسم کے کاموں میں مصروف نظر
آتے ہیں جو منوں کھجور - گندم - جو - قہوہ شکر اور انڈے وغیرہ بیچتے ہیں - یہ لوگ اپنے آس
پاس کی بدو قوموں میں سے کئی بہت اچھے گاہک پاتے ہیں جو صرف اشیاء خوردنی
ہی نہیں خریدتے ہیں، بلکہ ہتھیار اور مانچسٹر کے ہر قسم کے کپڑے اور انگریزی
ساخت کی چھتریاں - چاقو تک بھی، خوبصورت دریا میں سے آبپاشی کے لئے نہریں
نکالی گئی ہیں جن کے پانیوں سے مزارعین گندم - جو - چاول اور کئی دیگر قسم کے
اناج کی فصلیں بوتے ہیں - یہی باعث ہے کہ حلہ میں ضروریات زندگی بہت سستی
ہیں - ترکی سلطنت کے دفتروں کی عمارتوں کے سوا باقی تمام مکان کچی اینٹوں
کے ہیں-

گذشتہ پچاس سال سے مختلف یورپین اور امریکن انجمنوں کی سرگرمی سے بابل
کے ارد گرد اس قدر کھدائی کا کام جاری رہا ہے کہ حلہ کی بہت سی آبادی کا
ذریعہ معاش ہی آثار قدیمہ کی کھدائی ہو گیا ہے - برٹش میوزیم کی سینکڑوں
نہایت ہی دلچسپ اور نادر اشیاء اسی ضلع سے کھود کر نکالی گئی ہیں جن میں
بہت سی چیزیں لاثانی اور بیش بہا ہیں - ان عجائبات میں سے اکثر عرب مزدوروں
اور دیہاتیوں نے کھود کر مشتریوں کے پاس فروخت کئے ہیں بعض گورنمنٹوں کے
ایجنٹوں کے پاس اور اکثر بہت ہی ارزاں -

بیشک ایسے معاملات میں سرکاری طور پر کچھ مداخلت نہیں کی جاتی - ترک

افسروں کا صرف یہ اختیار ہے کہ وہ ان تمام کارروائیوں پر نظر رکھیں، لیکن
با ایں ہمہ ان میں سلف کا سا جوش پیدا نہیں ہوتا برٹش میوزم کے عجائبات
شرق کا حصہ ڈاکٹر بج کا بہت ممنون ہے۔ جو کچھ عرصہ ہوا نوادرات شرق جمع
کرنے کے لئے بابل کو بھیجے گئے تھے۔ اور جن کو اپنی مشن میں بہت کامیابی
ہوئی تھی۔

چند سال ہوئے جرمن گورنمنٹ نے سلطان سے اجازت لیکر ماہرین
علم الآثار کی ایک مہم بابل کے نزدیک مقام قرلیش پر کھدائی کے لئے بھیجی تھی
لیکن شرط یہ تھی کہ وہ تمام نوادر جو اس جگہ سے برآمد ہوں۔ براہ راست قسطنطنیہ
کے شاہی عجائب خانہ میں بھیجے جائیں جس میں گذشتہ سالوں سے ایسی ایسی عجیب
اشیاء جمع ہو گئی ہیں کہ آرکیالوجسٹ (ماہران علم الآثار) دیکھ دیکھ کر محو حیرت
ہو جاتے ہیں۔ یہ عجائب خانہ سلطان عبدالحمید خاں کے زمانہ سلطنت کی نہایت
ہی قابل تعریف یادگار ہے۔ حسب قرارداد جرمن متجسین ان اشیاء کے جنہیں سے
بہت سی نہایت ہی بیش قیمت و دلچسپ تھیں صرف فوٹو ہی لے سکے۔ قدیم
اور دلچسپ کھنڈروں میں سے کسی برآمد شدہ چیز کو بھیجنے کی نمائش دل چلے اور
متجسین کے لئے بڑی ہی دلچسپی کا باعث ہوتی ہے۔ جرمن عالموں کی لگاتار
کوششوں سے ایسی ایسی لوحیں اور یادگاریں برآمد ہوئی ہیں جن پر سہ گوشہ
حروف میں نہایت ہی عبرت خیز عبارتیں کندہ ہیں اور جن سے ان تاریخی حالات پر
پوری پوری روشنی پڑتی ہے جو آج تک تاریکی میں تھے۔ متجسین کی بڑی خواہش
یہ تھی کہ یہ بے بہا "دریافتیں" کسی نہ کسی طرح انہیں برلن میوزم کے لئے مل جائیں۔

بے بہا تبرکات مزدوروں سے بڑے سستے داموں

جرمن مشن کے مزدوروں کی مقام قرلیش سے کھود کر نکالی ہوئی نہایت ہی
دلکش اشیاء میں سے دو خوبصورت برنجی چیزیں ایک شیر اور ایک شیرنی بھی ہیں

دونوں بالکل سالم اور قدیم بابل کے کاریگروں کے حیرت انگیز کمال کا نمونہ ہیں اس پر ۵۷۰ قبل مسیح تاریخ کندہ ہے۔ ان ہر دو اشیا کے برآمد ہونے کا ایک عجیب قصہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اِن دونوں کو عرب مزدوروں نے رات کے وقت لیجا کر سوداگروں کے پاس چند اشرفیوں پر بیچ ڈالا تھا جنہوں نے ترکی افسروں کی نظروں سے بچا کر اُنہیں یورپ بھیجدیا۔ تھوڑے دنوں میں وہ چھ ہزار پونڈ کی معقول رقم پر بیچ ڈالے گئے اور آجکل برلن کے شاہی عجائب خانے میں ہیں۔ اس شیر اور سیڑھی کے انکشاف کا حال بھی بڑا دلچسپ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ بخت نصر کے ایک محل کے نہایت ہی خوبصورت آہنی دروازہ پر تیالیس فٹ کی گہرائی میں پائے گئے تھے۔

جرمن، بخت نصر کے محل تخلیہ میں

مقام قرلیش کے اس انکشاف سے متحسین کے حوصلے بڑھ گئے اور وہ زمین کو نیچے ہی نیچے کھودتے چلے گئے اُن کی محنت کا نہایت ہی قیمتی صلہ ملا۔ اور اُن کی خوشی اور حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جبکہ وہ یکایک اس مشہور بادشاہ کے محل تخلیہ میں پہنچ گئے۔ کمرہ اوّلین کا طول وعرض ۱۵×۲۷ فٹ تھا اور تعجب کی بات یہ ہے کہ اس کمرہ کا دروازہ اس کی بلندی کی تین چوتھائی تک بہا جاتا تھا۔ متحسین روکاوٹوں کو دور کرکے محل کے اندر داخل ہو گئے۔ اور حیرت انگیز انکشاف کئے۔ کیونکہ یہاں سونے کے مجسموں اور سونے چاندی اور تانبے کے سکوں کا بہت بڑا خزانہ ملا۔ اس عجیب خزانہ کے کمرہ کے بائیں طرف حجرے تھے جو مختلف الکیفیت نامعلوم اشیاء نادرہ سے پُر تھے۔ ان میں سے اکثر پر کتبے کندہ تھے۔ بعض صرف ٹھیکوں کی لوحیں تھیں۔ بعض مختلف قدیم شہروں سے عہدنامے اور معاہدے تھے۔ بعض پر شرعی فیصلے اور مختلف حکمرانوں کے آئینی مسودے تھے۔ کئی ایک پر بیش بہا تاریخی واقعات درج تھے۔

جرمنوں کو بصد افسوس یہ قیمتی اشیاء کی کان ترکی گورنمنٹ کو سپرد کرنی پڑی اور اُنہیں صرف فوٹو اور نقول پر ہی اکتفا کرنا پڑا۔ بابل کے زمانہ عروج کے فنون لطیفہ کے نمونوں سے قریش کا یہ محل بھرا ہوا تھا۔

بخت نصر کے تخلیہ کے کمروں میں سے وسط کے کمرہ میں ایک خاص قسم کی خوبصورت چیز ملی - یہ ایک خوبصورت برنجی عقاب تھا جو برنجی چوکی پر کھڑا تھا۔ سب کچھ درست تھا لیکن افسوس کہ بازو ٹوٹ کر گر چکے تھے۔ یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ بعد ازاں وہ کہاں گیا۔ شاید ماہرین فنون لطیفہ اور عالموں کے شوق پورا کرنے کو کسی مشہور عجائب خانہ میں نظر آجائے۔

اس کے بعد بھی اُن عظیم الشان اشیاء میں سے جن کو شاہان بابل اور اُن کے دوست اپنے زمانہ کی طاقتور سلطنتوں مصر۔ اسیریا۔ میڈیا (جو ایک دوسری پر سبقت لیجانے کے لئے کشمکش کر رہی تھیں۔ حالانکہ روم و یونان کی سلطنتیں خواب عدم میں تھیں) کے مقابلہ میں فخر کیا کرتے تھے اور اب تو وہ ہوئے خاک ہو کر رہ گئی ہیں، ایک دوسری چیز نظر آتی ہے۔ عراق عرب کے میدانوں سے جو چیز کھود کر نکالی جاتی ہے۔ عالمانِ تاریخ کے لئے بڑی دلچسپ ہوتی ہے۔ ہر ایک لاثانی اور خوبصورت چیز ان شاہوں کی جنہوں نے اپنے اپنے زمانہ میں دنیا کو تہ و بالا کر دیا تھا اور جن کی عالیشان محلات اور قلعوں کے اب صرف کہیں کہیں کھنڈر رہ گئے ہیں، وحشیانہ عظمت کی دلفریب یادگار ہے۔ مقام قریش کا مذکورہ محل عجائبات کی ایک دنیا ہے جو ابھی ابھی دریافت کی گئی ہے جنوبی دیوار کے سامنے خالص سفید سنگ مرمر پر اعلےٰ درجہ کے سنگین مجسمے دکھائی دیتے ہیں جن پر بخت نصر کے زمانہ کی تاریخ لکھی ہوئی ہے۔ ان کی دیو قامتی اور سنگینیٔ وزن کے باعث اُنہیں ہمیشہ کے لئے مقام قریش پر ہی رہنے دیا گیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ محل شاہ بابل کا عیش محل تھا۔ اور وہ کام کاج سے فارغ ہو کر فرصت اسی جگہ بسر کیا کرتا تھا۔ اگر کسی طرح کبھی یہ مجسمے یورپ پہنچ سکیں

تو اُنکی اتنی بے انتہا قیمت پڑے حتنی کہ ہم ورضی قصّے کہانیوں میں پڑھا کرتے ہیں۔
اُن مجسموں میں ایک مجسمہ اُسوقت کی تصویر ہے جبکہ بخت نصر اپنے بعض افسروں کو
احکام دے رہا ہے۔ یہ مجسمہ ۲۴ فٹ لمبا اور ۱۳ فٹ بلند ہے اور خیال کیا جاتا ہے
کہ اسکا وزن کم از کم دو ہزار تین سو اسّی (۲۳۸۰) من ہوگا۔

بے انتہا محنت صرف ہوئی ہوگی

عہد عتیق کی فن تعمیر کا یہ حیرت انگیز نمونہ اُن سیاحوں کو جو قرلس میں ٹھیرتے ہیں
ورطہ حیرت میں غرق کرنے کے لئے اُسی جگہ کھڑا ہے اور اُسے دیکھکر اُن کے دل میں
قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ معمارانِ بابل ایسی بڑی بڑی سنگ مرمر کی سلوں کو
اس جگہ کیسے لائے ہونگے۔ اگرچہ ہم باور نہیں کرسکتے لیکن شاید اُن کے زمانہ میں
ایسی کلیں ہوتی ہوں۔ اور اگر یہ صرف انسانی طاقت کا کام ہے تو اُن کو اُٹھانیوالے
لاتعداد مزدور ہونگے۔ لیکن ان ایام میں غلامی کا عام رواج تھا اور انسان ادنے
ادنے کھلونوں کی طرح نہائت کم قیمت پر فروخت ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں بادشاہ
دیوتا خیال کئے جاتے تھے۔ نمرود عبادتگاہ بابل میں اعلےٰ دیوتا یعنی دیوتا مردخ خیال
کیا جاتا تھا۔

ہندیہ کے دیو ہیکل شیر کا دریافت ہونا

بابل کی بعض نہائت ہی قابل قدر یادگارین متجسّین کی کوششوں کا نتیجہ نہیں
بلکہ اچانک اور اتفاقیہ برآمد ہوئی تھیں۔ اِن نہائت قیمتی اتفاقیہ برآمد شدہ اشیا میں
سے ایک سنہ ۱۸۹۹ء میں دریافت ہوئی تھی۔ اِس سال ایک فرانسیسی انجنیر ولائٹ بغداد
میں ترکی گورنمنٹ کی طرف سے ایک نہائت ضروری انجنیری کام کی انجام دہی میں مشغول
تھا۔ یعنی وہ دریائے فرات کے ایک معاون کا راستہ تبدیل کرکے اُسے دجلہ میں
گرانے کے لئے ایک نہر کھدوا رہا تھا۔ ایک دن نہر کو دیکھتے دیکھتے کچھ مزدوروں کے
پاس کھڑا ہوگیا کہ یکایک اُن کے کدال ایک پتھر کے بلاک پر ٹکرانے۔ ام ہوگل
بڑا شوقین آرکیالوجسٹ (عالم علم الآثار) تھا۔ اُسے فوراً یقین ہوگیا کہ یہاں کوئی

بابل کی بہت بڑی یادگار ہوگی۔ (دہندیہ بابل سے دو گھنٹے کی مسافت پر ہے)
اس نے مزدوروں کو حکم دیا کہ بڑی ہوشیاری سے کھودتے جائیں۔ کئی گھنٹے
کھودنے کے بعد یہ دیکھکر انجنیر کی خوشی کی کچھ انتہا نہ رہی کہ وہ بڑا دلچسپ مجسمہ
ایک قوی ہیکل شیر تھا جس نے ایک بے بس آدمی کو اپنے پنجوں میں دبا رکھا تھا۔ ماہرین
تاریخ بابل نے اُسے دیکھکر یہ خیال کیا ہے کہ یہ مجسمہ بخت نصر کی کسی بہت بڑی فتح
کی یادگار رہے۔ دیگر عجائبات کی طرح یہ دیو ہیکل مجسمہ بھی جو ہزاروں سال کے بعد
نکالا گیا ہے۔ اُسی جگہ جنگل میں کھڑا ہے۔ کیونکہ ترکی گورنمنٹ کے پاس اس بڑے مجسمہ
کو پہنچانے کے لئے وسائل نہیں ہیں اور نہ اب وہ اسے یا اسی قسم کی دیگر عجائبات
کو سوائے عجائب خانہ قسطنطنیہ کے کہیں لیجانے دیتی ہے۔ ورنہ کوئی یورپین سلطنت
اس دیو ہیکل شیر کو اس دشت عراق عرب کی تنہائی سے، خواہ اُسے لیجانے میں
اس کے لاکھوں ہی کے وارے نیارے ہو جاتے ضرور نکالکر لیجاتی۔ لیکن شاید اسی
میں کچھ بہتری ہو۔ کہ بخت نصر کی عظمت کی یادگار اپنے اس ویران گھر میں
سکونت پذیر رہے کیونکہ یہ بہت ہی بڑی ہے اور اسے دیکھکر ہر ایک سیاح کے
دل میں ہزاروں طرح کے خیالات دوڑنے لگ جاتے ہیں۔

بارہ چودہ سال کا عرصہ ہوا کہ متجسسین نے بابل کے جنوب میں چار گھنٹہ کی
مسافت پر بمقام شرغات مشہور و معروف اشیاء دریافت کی تھیں۔ یہاں سلطان
عبدالحمید خاں مرحوم نے خود ایک مشن مقرر کی تھی جس کی محنتوں سے بہت عمدہ نتائج
پیدا ہوئے۔ سلطان عبدالحمید خاں کو چند سال سے اس قسم کی جستجو کا بہت شوق
ہوگیا۔ اور اُس کو اپنے عظیم الشان عجائب خانہ پر بجا فخر تھا جس کی زینت دہی میں
پروفیسریں اور دیگر متجسسین کا بہت بڑا حصہ ہے۔ ترکی حکام مزدوروں کو تمام
دن سخت دھوپ اور جلتی ہوئی ریت کے جنگل میں کام کرنے کی اُجرت صرف
۱۲ آنے یومیہ دیتے تھے۔ یہی باعث ہے کہ ان مزدوروں کو چوری کرنا پڑتی تھی)
اس میں کچھ شک نہیں کہ بہت سی نادر اشیاء چوری چلی جائیں۔ اگر وہ اُٹھائی جاسکتی
تحر کی مشن نے حلقہ کے کچھ مزدور شرغات پر لگا رکھے تھے کہ اُنہیں ایک بہت بڑا
سب سے بڑا خزانہ ملا۔ لیکن وہ بھی اُٹھا لیجانے کے قابل نہ تھا۔ وہ خزانہ

کیا تھا؟ بڑے بڑے مجسمہ نما پتھر اور دیواریں جنپر مشہور بادشاہ اسر ہی پال کے دشمنوں کی تصاویر سی ہوئی تھیں۔ ان تصاویر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بادشاہ اپنے زمانہ میں اس نامعلوم زمانہ کے سب سے بڑے جنگجو بادشاہوں میں شمار ہوتا تھا۔

ترکی متحسسین نے ایک اور لاثانی انکشاف کیا۔ وہ ایک دیوار کو پھاڑ کر ایک گہرے کوئیں پر جا پہونچے۔ دیواریں گہرے محراب دار طاقچے ہیں جنپر نہایت دلچسپ کتبے کندہ ہیں۔ مزدور کھودتے گئے۔ یہانتک کہ انہیں اس مرتفع دیوار میں ایک دروازہ نظر آیا۔ وہ اس میں داخل ہوگئے اور بڑھتے بڑھتے کسی دیو ہیکل چیز کے پاس جا پہونچے۔ کئی گھنٹے پھاوڑوں اور کدالوں سے کھود کھود کر انہیں وہاں ایک بہت بڑی سنگ مرمر کی سل اور مجسمہ ملے۔ یہ ایک شیر ببر کا بہت بڑا مجسمہ ہے جو سل پر کھڑا ہے۔ تمام سل پر سہ گوشہ حروف میں کتبے کندہ ہیں۔ یہ کتبے بڑے دلچسپ ہیں۔ اور ان سے بابل کے قدیم رسم ورواج پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔ اس مجسمہ پر بخت نصر کی طرف سے کچھ احکام درج ہیں جو اس نے کسی جنگی مہم کے وقت صادر کئے تھے۔ فوج کو میدان میں اترنے سے پہلے بادشاہ کے محل اور مندر کے سامنے صف بستہ ہونا پڑتا تھا رجمنٹیں جب گذرتیں تو ہر ایک سپاہی کو اس بڑے شیر کے سامنے جو اس طاقتور شہنشاہ کے رعب وداب کی شبیہ تھا، جھکنا پڑتا تھا۔ بس یہ بابل کے دیوتاؤں میں سے ایک تھا جسکو صدیوں کے بعد مقام شرغات پر کھود کر نکالا گیا ہے اور جسپر ہوا قرنوں سے صحرا کی ریت لالا کر ڈالتی جا رہی تھی۔ پانچسو آدمیوں کی ایک فوج اسی سل کو اس گہرائی سے جسمیں کہ وہ اب ہے، نکالکر سطح زمین پر لانے کے لئے درکار ہوگی اور پھر بھی کئی دن حرج ہونگے، اس لئے اس کو اسی جگہ زیر زمین ہی رہنے دیا گیا ہے۔ لیکن ہر ایک سیاح جو شرغات تک جانے کی تھوڑی سی تکلیف برداشت کرتا ہے، اسے عہد عتیق کی عظیم الشان سلطنت کی جس پر بخت نصر حکمران تھا، اس عالیشان یادگار کو دیکھکر تمام تکلیف بھول جاتی ہے۔

دنیا کی عظیم ترین سلطنت کا مالک

اسی طرح عراق عرب، کے دو بڑے دریاؤں کے درمیانی حیرت انگیز صحرا کے تازہ ترین انکشافات سے اس عظیم مجسمہ عہد عتیق کے سب سے مشہور بادشاہ کی تاریخ

زیادہ ہے زیادہ دل چسپ ہوتی جاتی ہے - چاروں طرف سے ایسی یادگاریں برآمد ہو رہی ہیں جن سے بخت نصر کی سلطنت کی عظمت ظاہر ہو رہی ہے - بابل کا ہیرو اُٹھتی جوانی ہی میں مشہور سپاہی بن گیا تھا - کیونکہ جسوقت اُس نے اپنے باپ نبوپلاسر اعظم کی جو بابل میں تھا، موت کی خبر سنی، اُس کی عمر صرف اکیس سال کی تھی اور اُسوقت وہ سیریا ہی میں تھا جہاں اُس نے بمقام نیکو مصری فوجوں کو شکست دیکر ملک سے نکالدیا تھا - بابل کو آتے ہوئے وہ ۶۰۴ء ق م تخت نشین ہوا -

بخت نصر عنفوان شباب ہی میں دنیا کی عظیم ترین سلطنت کا مالک ہو گیا - اس کے اولین جنگی کارناموں میں سب سے مشہور یروشلم کا محاصرہ ہے جہاں سے اُس نے باغی شاہ یہویقیم، اُس کے درباریوں، دس ہزار سے زائد قیدیوں اور ہیکل اور شہر کے خزانوں سمیت بابل کی طرف مراجعت کی - لیکن بایں ہمہ بخت نصر بے رحم اور ظالم نہ تھا، کیونکہ اُس نے یہودیہ سے کچھ تعرض نہ کیا - اُس نے یہویقیم کی بجائے متانیہ کو نام زدقیہ تخت نشین کر دیا -

نو سال بعد فرعون ہرفرا کے بہکانے پر بخت نصر کے تمام احسانوں کو فراموش کر کے زدقیہ نے سلطنت بابل کے خلاف علم بغاوت بلند کیا - جسکا نتیجہ بہت بُرا نکلا - فوراً یروسلم پر فوجکشی کیگئی - زدقیہ بھاگ نکلا لیکن گرفتار ہو کر بمقام ریلہ بخت نصر کے سامنے لایا گیا - بخت نصر نے اُسے نہائت خوفناک سزا دی - اُس کے بیٹوں کو اُس کی آنکھوں کے سامنے قتل کیا گیا اُس کی بصارت زائل کر دی گئی - اور اندھا کر کے بابل بھیجدیا - یروسلم کو آگ لگا دی گئی - شہر اور ہیکل کو تباہ کر کے اُسکے تمام باشندوں کو قیدی بنا کر بابل بھیجدیا گیا - پھر بخت نصر نے اپنی توجہ صُور کیطرف پھیری - اور قریباً تیرہ سال کے محاصرہ کے بعد اُسے فتح کر لیا - بابل کے اس شاہ اعظم کی عظیم ترین فتح وہ ہے جس میں اس نے مصریوں کو شکست دی -

اس طرح بابل کو اپنے سب سے بڑے بادشاہ کے طفیل نہائت ہی اعلےٰ درجہ کی عظمت اور جاہ وجلال حاصل ہو چکا ہے - نیز اس کے کھنڈر بھی آج کل کے عظیم ترین کھنڈروں میں سے ہیں +

تمت